ماہنامہ
جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

جلد نمبر 30 ...... شمارہ نمبر 05 ...... مئی 2023

(قیمت 10 روپے)

Registered No. CPL-13

عوامی ترانہ

اساں کمی، چوہڑ، چمار
اساں بھکشو، منگن ہار
اساں درزی، پاڈے، نائی
اساں راج، مجور، قصائی
اساں کلرک، قلی، حلوائی
اساں نرس، کپونڈر، دائی
اساں پنڈاں وِچ کسان
اساں شہر اِچ ریہڑی بان
اساں پلمبر تے ترکھان
اساں مالی تے دربان
اساں چوڑی گر، کمہیار
ساڈا کتے نہ کائی شمار
ساڈے اُتے سبھ دا بھار
سانوں تکدی نئیں سرکار
پر کٹھے ہو جان یار
تے کھولاں گے پٹوار
اساں لکھنی نوِیں اِک وار
اساں بدلاں گے سنسار

حارث خلیق

دنیا بھر کے محنت کشو، ایک ہو جاؤ!

☆ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:			
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال	مہینہ	تاریخ
3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں	محلّہ	
	ڈاک خانہ	تحصیل وضلع	
4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں	نہیں	
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)			
6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل			
7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کارکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			

10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	بااثر صلاحیت/سیاسی اثر ورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	
15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے				
رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع	

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آسکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆ تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف ’’پُر‘‘ کر کے بھیجیں

فہرست

ایچ آرسی پی نے معاشی بحران پرتشویش کا اِظہار،
پارلیمانی بالادستی کا مطالبہ کیا ہے 03

2022 کے دوران پاکستان
میں انسانی حقوق کی صورتحال 06

تیسواں حمزہ واحد یادگاری لیکچر
موجودہ عالمی بحران اور پاکستان میں
انسانی حقوق کی صورتحال 11

یوم مئی پر محنت کشوں کے حقوق کے تحفظ کا عزم 14

مشتعل ہجوم کا احمدی عبادت گاہ پر دھاوا،
مینار اور گنبد گرا دیے 15

پاکستان: شہری منصوبے کے لیے
کسانوں کی جبری بے دخلی 16

10 ماہ گزر گئے، ریلوے پُل کی
تعمیر اب تک التوا کا شکار 20

خواجہ سراء اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے متحرک 21

طلبہ کتابوں سے محروم 21

ایچ آرسی پی نے معاشی بحران پرتشویش کا اِظہار، پارلیمانی بالادستی کا مطالبہ کیا ہے

حنا جیلانی
چیئرپرسن پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) اپنے ششماہی اجلاس کے اختتام پر، ملک کی خراب معاشی حالت، بچوں کی مشقت اور استحصالی رجحانات میں اضافے، اور غربت کی وجہ سے ہونے والی خودکشیوں پر شدید تشویش کا اِظہار کیا ہے۔ ایچ آرسی پی نے معاشی عدم مساوات میں کمی لانے کے لیے فوری زرعی اصلاحات کی ضرورت پر زور دیا ہے، اور مہنگی ہاؤسنگ سوسائٹیوں کے اضافے کو پریشان کن امر قرار دیا ہے کیونکہ اس سے زرعی زمین ختم ہوجائے گی اور لوگ غذائی عدم تحفظ کے خطرے سے دوچار ہوں گے۔

ایچ آرسی پی کو شدید احساس ہے کہ بڑھتے ہوئے سیاسی انتشار نے پارلیمانی بالادستی کو نقصان پہنچایا ہے۔ مردم شماری سے متعلق خدشات اور مکمل گنتی نہ کرنے کے الزامات کا نوٹس لیا جائے کیونکہ اس کے انتخابی حلقہ بندیوں پر اثرات مرتب ہوں گے۔ تمام صوبوں میں مقامی حکومتوں کو حقیقی معنوں میں بااختیار بنایا جائے تاکہ عوام کے حقوق کو تحفظ مل سکے۔ ایچ آرسی پی عدلیہ کی جوابدہی کے نظام کو مؤثر بنانے اور ججوں کی تعیناتی میں شفافیت لانے کا مطالبہ بھی کرتا ہے۔

بےموسمی بارشیں اور سندھ و بلوچستان میں سیلاب کا بڑھتا ہوا امکان بھی تشویش کا باعث ہے۔ گذشتہ سیلاب سے بے گھر ہونے والوں کو ایسے علاقوں میں آباد کیا جائے جہاں مزید قدرتی آفات کا خطرہ نہیں ہے۔

ایچ آرسی پی کو شمالی سندھ اور جنوبی پنجاب میں امن وامان کی خراب صورت حال پر تشویش ہے، بشمول ڈکیتیوں اور اغواء کے واقعات، نیز، گلگت بلتستان اور کوہستان میں شدت پسندوں کی موجودگی میں اضافے پر بھی۔

ریاست کو غیر محفوظ طبقوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے منظم کوشش کرنا ہوگی۔ اِن میں اسلام آباد میں عارضی خیموں میں رہائش پذیر افغان مہاجرین بھی شامل ہیں۔ اسے گلگت بلتستان میں 2010 میں عطا آباد آفت اور کارگل جنگ سے بے گھر ہونے والے لوگوں کو معاوضے کی ادائیگی کا دیرینہ مطالبہ پورا کرنا چاہیے اور ہندوستانی جیلوں میں قید پاکستانی ماہی گیروں کی وطن واپسی کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ ایچ آرسی پی خواجہ سراء افراد (حقوق کا تحفظ) قانون 2018 کے خلاف قانونی مشکلات کھڑی کرنے کی کوششوں پر بھی پریشان ہے۔

ایچ آرسی پی کو مذہبی اقلیتوں کی صورت حال پر خاص تشویش ہے، جنہیں امتیازی سلوک اور تشدد کا سامنا ہے۔ مذہب کی جبری تبدیلی کو جرم قرار دینے کا مسودہ قانون جو اِس وقت سندھ اسمبلی میں پیش ہے، اُسے بغیر کسی تاخیر کے منظور کیا جائے۔ سندھ طلباء یونین ایکٹ کو بھی فوری طور پر نافذ کیا جائے۔

گلگت بلتستان میں انسانی حقوق کے دفاع کاروں، سیاسی مخالفین، اور صحافیوں کو ہراساں کرنے کے لیے انسداد دہشت گردی قانون 1997 کے شیڈول فور کا استعمال بند کیا جائے۔ اِس کے علاوہ، پروٹیکشن آف جرنلسٹس و میڈیا پروفشنلز ایکٹ 2021 کے تحت صحافیوں کے تحفظ کے لیے قائم ہونے والے کمیشن کو فعال کیا جائے۔

ایچ آرسی پی نے ایک بار پھر انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگان کی کارکردگی پر مکمل عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے کیونکہ کمیشن جبری گمشدگیوں کے مجرموں کا اب تک محاسبہ نہیں کرسکا۔ ہم اُن وسائل کے بارے میں شفافیت کا مطالبہ کرتے ہیں جو کے پی میں ضم ہونے والے نئے اضلاع کو دیے جانے تھے مگر اطلاعات کے مطابق نہیں دیے گئے۔ مزید برآں، کے پی میں بارودی سرنگوں کو ہٹانے کی منظّم کوشش بھی کرنی چاہیے۔

بلوچستان میں انسانی حقوق کے دیرینہ مسائل اب بھی حل طلب ہیں

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ کا اجراء

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو یہ جان کر شدید تشویش ہوئی ہے کہ بلوچستان میں جبری گمشدگیوں، معاشی محرومیوں، آزادیٔ صحافت پر قدغنوں، ناقص نظم ونسق اور اسٹیبلشمنٹ پر سیاسی ساز باز کے الزامات کی وجہ سے بلوچستان کے عوام میں غم وغصّہ بڑھ رہا ہے۔ اکتوبر 2022 میں ایچ آر سی پی کے ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن نے عام شہریوں میں واضح طور پر غصے کا مشاہدہ کیا۔ اُن میں سے بہت سے لوگوں نے مشن کے ساتھ ملاقاتوں کے دوران بلوچستان کو ریاست کی 'کالونی' قرار دیا۔

مشن میں سینئر صحافی اور ایچ آر سی پی کے خزانچی حسین نقی، ایچ آر سی پی بلوچستان کے وائس چیئر مین حبیب طاہر، اسٹاف ممبرز ماہین پراچہ، فرید شاہوانی اور غنی پرویز، اور صحافی اکبر نوتیزئی شامل تھے۔ ٹیم نے انسانی حقوق کے دفاع کاروں، وکلاء، صحافیوں اور ماہی گیر برادری کے ارکان کے ساتھ ساتھ گوادر، تربت، پنجگور اور کوئٹہ میں سیاسی رہنماؤں اور انتظامیہ کے ارکان سمیت سول سوسائٹی کے کارکنان کے ساتھ گفتگو کی۔

مشن کو تشویش ہے کہ ریاست اختلافِ رائے کو دبانے کے لیے وسیع پیمانے پر جبری گمشدگیوں کا استعمال کر رہی ہے، یہ شکایت متعدد بار سامنے آئی۔ نیم فوجی چیک پوسٹوں کی وسیع تر موجودگی نے اس عدمِ اطمینان کو مزید تقویت دی ہے۔ شہریوں کے بقول، ان چیک پوسٹوں نے خوف کی فضا پیدا کی ہے، خاص طور پر مکران میں۔ مزید برآں، سنگین معاشی بدحالی کے دوران، وسائل سے مالا مال صوبہ بڑے ترقیاتی منصوبوں سے حاصل ہونے والی آمدنی میں سے اپنے منصفانہ حصہ سے محروم ہے۔ مشن نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ بلوچستان اور پڑوسی ممالک کے درمیان صحت مند قانونی تجارتی ماحولیاتی نظام کی عدم موجودگی نے صوبے میں غربت کی سطح میں اضافہ کیا ہے۔

دیگر سفارشات کے علاوہ، مشن بلوچستان کے سیاسی معاملات میں اسٹیبلشمنٹ کی بلاجواز مداخلت کو فوری طور پر روکنے، جبری گمشدگیوں کے مرتکب افراد کا محاسبہ کرنے اور صوبے کے ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی سلامتی و آزادی کے تحفظ کے لیے بلوچستان اسمبلی کی طرف سے قانون سازی کا مطالبہ کرتا ہے۔ مشن کو شدید احساس ہے کہ بنیادی سہولیات کے لیے حق دو تحریک کے دیرینہ مطالبات کو پورا کیا جانا چاہیے، جب کہ سی پیک کے تحت جاری یا مستقبل کےمنصوبوں سے گوادر کی ماہی گیر برادری کا ذریعہ معاش متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ مشن کا یہ بھی ماننا ہے کہ تمام سیاسی فریقین کو پشتون آبادی کی جائز شکایات، خاص طور پر صوبائی مقنّنہ میں غیر مساوی نمائندگی کے بارے میں اُن کی شکایات کا سنجیدہ نوٹس لینا چاہیے۔ بلوچستان کے بعض حصوں میں سیلاب کے تباہ کن اثرات کے پیشِ نظر، مشن نے مستقل اور بااختیار مقامی حکومت کی ضرورت پر زور دیا ہے جو پی ڈی ایم اے کے ساتھ مل کر قبل از وقت انتباہی نظام، انخلاء کے منصوبے اور ضروری ساز وسامان کے ساتھ کمیونٹی کے لیے محفوظ پناہ گاہوں کے لیے تیاری کر سکے۔

رپورٹ درج ذیل لنک پر دستیاب ہے

http://hrcp-web.org/hrcpweb/wp-content/uploads/2020/09/2023-Balochistans-Struggle-for-Hope.pdf

[پریس ریلیز۔لاہور۔07اپریل2023]

سیاسی اور معاشی بے چینی کے انسانی حقوق پر سنگین اثرات مرتب ہوئے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے جاری ہونے والی اپنی سالانہ رپورٹ 'انسانی حقوق کی صورت حال 2022' میں گزشتہ سال کے دوران سیاسی اور معاشی بے چینی اور اس کے انسانی حقوق کی صورت حال پر مرتب ہونے والے گھمبیر اثرات پر سخت تشویش کا اظہار کیا ہے۔ سابقہ اور موجودہ دونوں حکومتیں پارلیمان کی بالادستی کا احترام کرنے میں ناکام رہیں جبکہ قانون سازوں، انتظامیہ اور عدلیہ کے درمیان کشمکش نے ادارتی ساکھ کو متاثر کیا۔

رپورٹ نے نوٹ کیا ہے کہ لوگوں کو سیاسی طور پر نشانہ بنانے کا سلسلہ سال بھر جاری رہا اور اختلاف رائے کو دبانے کے لیے نوآبادیاتی دور کے قوانین کا سہارا لیا گیا۔ درجنوں صحافیوں اور حزب اختلاف کے سیاست دانوں کو گرفتار کیا گیا جن میں سے کچھ نے دوران حراست تشدد کے الزامات عائد کیے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ پارلیمان نے اسی سال ایک بل منظور کیا تھا جس میں تشدد کو غیر قانونی قرار دیا گیا تھا۔ سابق وزیراعظم کیخلاف عدم اعتماد کے ووٹ کی کامیابی کے بعد ملک کے کئی حصوں میں قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں اور مظاہرین کے درمیان جھڑپیں ہوئیں جن میں اجتماع کی آزادی کے حق کو پامال کیا گیا۔

2022 کے دوران دہشت گردی کے واقعات میں تشویش ناک حد تک اضافہ ہوا جن میں 533 افراد جان سے گئے۔ ان واقعات کی تعداد گزشتہ پانچ سالوں میں سب سے زیادہ تھی۔ شہریوں کی جانب سے خبردار کیے جانے کے باوجود کہ خاص طور پر خیبر پختونخوا میں ایسے واقعات ناگزیر تھے، حکومت عسکریت پسندی کے خاتمے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرتی رہی۔ ایچ آر سی پی نے خاص طور پر بلوچستان میں جبری گمشدگی کے واقعات میں اضافے پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ 2,210 کیسز اب تک حل نہیں ہو سکے حالانکہ قومی اسمبلی نے ایک بل منظور کر کے جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دیا تھا۔

رپورٹ نے یہ بھی نوٹ کیا ہے کہ موسمیاتی تبدیلی کے نتیجے میں آنے والے سیلاب نے ملک کے ایک بڑے حصے کو متاثر کیا تاہم، تین کروڑ تیس لاکھ سے زائد متاثرہ افراد کے لیے امداد اور بحالی کے اقدامات مایوس کن حد تک ناکافی رہے۔ اس ناکافی ردِعمل نے ہر صوبے اور علاقے میں بااختیار، مناسب وسائل کی حامل مقامی حکومتوں کی ضرورت کو بھی اجاگر کیا ہے۔

مذہب یا عقیدے کی آزادی کے خلاف بڑھتے ہوئے خطرات ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اگرچہ توہین مذہب کے الزامات سے متعلق پولیس رپورٹس میں کمی آئی ہے تاہم، ہجوم کے ہاتھوں ہلاکتوں میں بظاہر اضافہ ہوا ہے۔ احمدی برادری خاص طور پر حملوں کی زد میں رہی اور خصوصاً پنجاب میں کئی عبادت گاہوں اور 90 سے زائد قبروں کی بے حرمتی کی گئی۔ خواتین کے خلاف تشدد بلا روک ٹوک جاری رہا اور جنسی زیادتی اور اجتماعی جنسی زیادتی کے کم از کم 4,226 واقعات

پیش آئے جبکہ مجرموں کے لیے سزا کا تناسب مایوس کن حد تک کم رہا۔ علاوہ ازیں، خواجہ سرا افراد کے خلاف تشدد اور امتیازی سلوک، جو اس رپورٹ کا موضوع بھی ہے، میں اضافہ دیکھا گیا اور کافی جدوجہد کے بعد منظور کیا گیا خواجہ سرا افراد (حقوق کا تحفظ) ایکٹ 2018 قدامت پسندوں کی تنقید کی زد میں رہا۔

رپورٹ میں یہ بھی نوٹ کیا گیا کہ ایک ایسے سال میں جب ملک کی معاشی صورت حال انتہائی خراب تھی، محنت کشوں اور کسانوں کے حقوق کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا۔ اگرچہ کم از کم اجرت میں اضافہ کیا گیا تاہم، ریاست نے اب تک اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ یہ مناسب اجرت کے معیار سے کم ہے۔ اس کے علاوہ، اگرچہ سندھ میں تقریباً 1,200 گروی مزدوروں کو رہا کرایا گیا تاہم، 2022 میں قائم کی گئیں ضلعی نگران کمیٹیاں بڑی حد تک غیر فعال رہیں۔ ملک کی کانوں میں اموات کی تعداد بھی بہت زیادہ رہی۔ کانوں میں ہونے والے حادثات میں 90 مزدور ہلاک ہوئے۔

ایچ آر سی پی مطالبہ کرتا ہے کہ اگر ریاست کو سیاست، قانون اور نظم و نسق کے حوالے سے ایک عوام دوست حکمت عملی کی جانب بڑھنا ہے تو اسے ان مسائل کے حل کے لیے فوری اقدامات کرنا ہوں گے۔

رپورٹ اس لنک پر دستیاب ہے

https://hrcp-web.org/hrcpweb/wp-content/uploads
/2020/09/2023-State-of-human-rights-in-2022.pdf

https://hrcp-web.org/hrcpweb/%d8%b3%db
%8c%d8%a7%d8%b3%db%8c-%d8%a7%d
9%88%d8%b1-%d9%85%d8%b9%d8%a7%
d8%b4%db%8c-%d8%a8%db%92-%da%86
%db%8c%d9%86%db%8c-%da%a9%db%92-
%d8%a7%d9%86%d8%b3%d8%a7%d9%86
%db%8c-%d8%ad%d9%82%d9%8
8%d9%82-%d9%be/

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 26 اپریل 2023]

1973 کے آئین کی پچاسویں سالگرہ ایک اہم سنگِ میل ہے: ایچ آر سی پی

2023-1973 کے آئین کو قومی اسمبلی سے منظور ہونے کے 50 سال مکمل ہونے پر، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے مشاہدہ کیا ہے کہ آمرانہ فوجی حکمرانی کے ادوار سے لپٹی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ جب جمہوری طریقے سے منتخب اسمبلی نے آئین کا مسودہ تیار کیا اور متفقہ طور پر اسے منظور کیا۔ اگرچہ یہ ایک مکمل دستاویز نہیں ہے مگر پھر بھی 1973 کے آئین نے ملک کے جمہوری نظام اور وفاقی کردار کو تشکیل دینے اور شہریوں کے بنیادی حقوق کو محفوظ کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

کسی ملک کے آئین کی اخلاقی قدر اُس کی اِس صلاحیت میں مضمر ہوتی ہے کہ وہ حکومت کا ایک ایسا ڈھانچہ قائم کر سکے جو ریاست کے اداروں کے اختیارات کی حدود طے کرے، حقوق و ذمہ داریوں کا تعین کرے اور آئین کی تشریح کے اصول وضع کرے۔ اِس لحاظ سے، 1973 کا آئین انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اِس نے مذہب، نسل یا جنس سے بالاتر ہو کر تمام شہریوں کیلئے بنیادی حقوق کو تسلیم کیا ہے۔ آئین نے آزادیِ اظہار، مذہب، اجتماع اور انجمن سازی کی آزادی، غلامی سے آزادی، نیز منصفانہ سماعت، باضابطہ قانونی کارروائی اور قانون کے سامنے برابری جیسے بنیادی حقوق کو تحفظ دیا ہے۔ اس نے ان حقوق کے تحفظ اور نفاذ کو یقینی بنانے کے لیے آزاد عدلیہ بھی قائم کی۔ اس نے خواتین، مذہبی اقلیتوں اور پسماندہ برادریوں کے حقوق کے تحفظ کا تقاضا کیا اور تاریخی ناانصافیوں کو دور کرنے کے لیے مثبت اقدامات کا بندوبست کیا۔

شاید سب سے اہم بات یہ ہے کہ 2010 میں منظور ہونے والی آئین کی 18 ویں ترمیم پاکستان کے جمہوری نظام کی استقامت اور ارتقاء کا ثبوت ہے۔ اس نے صوبوں کو زیادہ اختیارات منتقل کیے، کئی اہم اختیارات صدر سے وزیرِ اعظم اور پارلیمان کو منتقل کیے، اور صوبوں کے لیے پہلے سے زیادہ مالی خودمختاری کو یقینی بنایا۔

سیاسی محاذ آرائی سے بھرے اِس ماحول میں، ایچ آر سی پی تمام سیاسی فریقین اور شہریوں سے 1973 کے آئین کی مشترکہ اقدار کی حمایت کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ، ایچ آر سی پی کا خیال ہے کہ آئین کی رُوح ریاست کو یہ موقع ضرور فراہم کرتی ہے کہ وہ کسی قسم کے امتیاز کے بغیر تمام لوگوں کے حقوق کو محفوظ بنانے کے لیے اپنی استعداد کا جائزہ لیا اور اس میں بہتری لائے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 10 اپریل 2023]

جہدحق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔ جو خامیاں/ کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ/اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،
نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر یا انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جاسکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

2022 کے دوران پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتحال

اہم نکات

ماحولیاتی بحران اور سیلاب

☆ ماحولیاتی تبدیلی سے آنے والے تباہ کن سیلاب نے 2022 میں ملک کو شدید متاثر کیا۔ تین کروڑ تیس لاکھ سے زائد افراد متاثر ہوئے، 1,739 لوگ ہلاک جبکہ 12,867 زخمی ہوئے۔ سیلاب سے ہونے والے نقصانات میں 82 فیصد فصلوں کا جبکہ 17 فیصد مال مویشیوں کا نقصان ہوا۔

☆ سیلاب سے سب سے زیادہ سندھ متاثر ہوا جہاں 823 افراد ہلاک، ایک کروڑ بیس لاکھ افراد متاثر اور بیشمار لوگ بے گھر ہوئے۔ 20,600 سے زیادہ اسکول اور 44 لاکھ ایکڑ زرعی اراضی تباہ ہوئی۔

☆ بلوچستان میں سیلاب کے باعث 336 زندگیاں ضائع ہوئیں۔ سیلاب نے 700 بنیادی اور دیہی صحت یونٹ تباہ کیے، اور اس طرح صوبے کا صحت کا نظام جو پہلے ہی کمزور تھا مزید تباہ ہو گیا۔

☆ اکتوبر میں، ہیلپ ایج نے رپورٹ کیا کہ سیلاب سے متاثر ہونے والے عمر رسیدہ افراد میں سے 69 فیصد کے پاس رہنے کے لیے جگہ نہیں ہے۔

قوانین اور قانون سازی

☆ 2022 میں کُل 207 قوانین منظور ہوئے، جن میں سے 62 وفاقی اور 145 صوبائی تھے۔

☆ صدارتی حکمناموں کے ذریعے قانون سازی کا سلسلہ جاری رہا۔

☆ جائے روزگار پر عورتوں کو ہراسانی سے تحفظ (ترمیمی) قانون جنوری میں منظور ہوا۔

☆ جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دینے والے فوجداری قوانین (ترمیمی) بل کو اکتوبر میں سینٹ سے قومی اسمبلی واپس بھیجا گیا جہاں اس میں مزید ردوبدل کیا گیا، حالانکہ اسے مشترکہ پارلیمانی اجلاس کے سامنے پیش کرنا چاہیے تھا، اور یوں قانون سازی کا عمل تاخیر کا شکار ہوا۔

☆ اُسی قانون میں ایک ترمیم کے ذریعے خودکشی کو جرائم کی فہرست سے نکالا گیا۔

☆ چھ کوششوں کے بعد، آخر کار تشدد و حراستی موت (روک تھام اور سزا) کے قانون کو دسمبر میں صدارتی منظوری ملی۔

☆ کے پی اسمبلی نے ایک اہم قانون سازی کر کے کم از کم تنخواہ 26,000 روپے کی، بچوں کے خلاف جرائم کی سزا سخت کی اور صحت کارڈ کے تحت بڑے پیمانے پر صحت کی سہولیات فراہم کیں۔

☆ سندھ اسمبلی نے کچی آبادیوں کو باضابطہ منظوری دینے، اور کمیشن برائے انسانی حقوق، سندھ کو بااختیار کرنے کے لیے اہم قوانین منظور کیے۔

☆ جی بی اسمبلی نے حقوقِ نسواں کمیشن کی تشکیل کی اجازت دینے، شہریوں کو خوراک کا حق دینے، اور عمر رسیدہ شہریوں کی فلاح و بہبود کے لیے قوانین منظور کیے۔

2022 میں دہشت گردی کے کُل 376 واقعات پیش آئے۔ یہ تعداد پچھلے پانچ برسوں میں سب سے زیادہ ہے۔ ان میں 533 افراد ہلاک اور 832 زخمی ہوئے۔ مرنے والوں میں سے اکثریت سیکیورٹی اہلکاروں کی تھی۔ ان میں پشاور میں شیعہ مسجد پر ہونے والا حملہ شامل تھا جس میں 63 افراد ہلاک ہوئے، بنوں میں انسداد دہشت گردی مرکز پر حملہ اور جامعہ کراچی میں ہونے والا ایک خودکش حملہ شامل تھا۔

انصاف کی فراہمی

☆ جنوری میں، تقرری کے طریقہ کار پر ججوں کے درمیان طویل تنازعے کے بعد جسٹس عائشہ ملک عدالتِ عظمٰی کی پہلی خاتون جج بنیں۔ پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں میں صرف چار فیصد جج خواتین پر مشتمل ہیں۔

☆ جنوری میں لاہور ہائی کورٹ نے قرار دیا کہ عدت کی تکمیل کے بغیر شادی باطل نہیں اور نہ ہی یہ قابلِ دست اندازی جرم زنا کے زمرے میں آتی ہے۔

☆ اکتوبر میں، وزارت قانون نے اسلام آباد کے لیے دو جوینائل جسٹس کمیٹیوں کا نوٹیفکیشن جاری کیا تا کہ نوعمر مجرموں کے خلاف مقدمات کو غیر متشدد طریقوں سے حل کیا جا سکے۔ انسانی حقوق کی دو خصوصی عدالتوں کے قیام کا بھی کہا گیا۔

سزائے موت

☆ 98 افراد کو سزائے موت سنائی گئی۔ یہ تعداد 2021 سے کم ہے جب 129 افراد کو سزائے موت سنائی گئی تھی۔

☆ کسی قیدی کو پھانسی نہیں دی گئی۔ اے پی ایس حملے کے بعد چار برسوں میں 519 افراد کو پھانسیاں دینے کے بعد عملی طور پر پھانسی پر پابندی برقرار ہے۔

☆ پاکستان میں سزائے موت کے قیدیوں کی تعداد میں نمایاں کمی ہوئی ہے۔ 2012 میں تعداد 7,164 تھی جبکہ 2022 میں 3,226 تھی۔

☆ اگست میں نشہ آور اشیا کو کنٹرول کرنے کے ایکٹ 1997 اور ریلویز ایکٹ 1890 میں ترمیم کر کے سزائے موت کو عمر قید میں بدلا گیا۔

☆ نومبر میں، پاکستان نے سزائے موت پر پابندی سے متعلق اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد کی مخالفت کی۔ پاکستان کا کہنا تھا کہ وہ قانونی ضابطے کی مکمل پاسداری کرنے کے بعد ہی سزائے موت دیتا ہے۔

امن و امان

☆ لگ بھگ 318 افراد ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنے، عزت کے نام پر 1,952 قتل جبکہ جنسی ہراسانی کے 1,952 واقعات رپورٹ ہوئے۔

قید خانے اور قیدی

☆ پاکستان کی جیلوں میں گنجائش سے زائد قیدی تھے۔ قیدیوں کی تعداد 88,687 تھی جس سے مراد یہ ہے کہ جیلوں میں لوگوں کی تعداد گنجائش سے 136 فیصد زیادہ ہے۔ 71.5 فیصد قیدی ایسے تھے جن کے مقدمات زیرِ سماعت تھے۔

☆ ستمبر میں، اسلام آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے این سی ایچ آر کی رپورٹ کے بعد اڈیالہ جیل کا دورہ کیا اور قیدیوں کے ساتھ برے سلوک کو "انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی" قرار دیا۔ عدالت نے جیل میں ایک شکایات مرکز قائم کرنے کا حکم صادر کیا۔

☆ اکتوبر میں، گوانتانامو بے کے قیدی سیف اللہ پراچہ

17 برس حراست میں رہنے کے بعد پاکستان واپس لوٹے۔ ان پر کوئی فردِ جرم عائد نہیں کی گئی تھی۔

☆ 434 پاکستانی شہری بشمول 45 ماہی گیر ہندوستانی جیلوں میں بند تھے۔

☆ قومی اسمبلی کو جمع کروائی گئی ایک رپورٹ میں، وزارتِ خارجہ امور نے انکشاف کیا کہ لگ بھگ 12,000 پاکستانی بیرون ممالک کی جیلوں میں بند ہیں جن میں سے 7,195 مشرقِ وسطیٰ میں قید ہیں۔ ان قیدیوں کے لیے قونصلر رسائی اور مناسب قانونی نمائندگی ایک بڑا مسئلہ ہے۔

جبری گمشدگیاں

☆ جبری گمشدگیوں کا سلسلہ پورا سال بغیر کسی وقفے کے جاری وساری رہا، اور یہی کیفیت متاثرہ خاندانوں کو دھونس ودھمکیوں کی تھی۔ جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن کے مطابق، کم از کم 2,210 کیسز اب تک حل نہیں ہوسکے۔

☆ اپریل میں جامعہ کراچی میں خودکش بم دھماکے کے بعد بلوچستان میں جبری گمشدگیوں میں اضافہ ہوا۔ بلوچ طالبعلم بیبگر امداد کو لاہور سے جبری لاپتہ کیا گیا اور پھر 13 دن بعد رہا کیا گیا۔ جون میں، دودا الٰہی اور غمشاد کو کراچی سے لاپتہ کیا گیا، اور وہ ایک ہفتہ بعد گھر لوٹے۔ اگست میں بلوچ لکھاری لالہ فہیم بلوچ کو اغوا کیا گیا۔ دو خواتین بلوچ کارکن لاپتہ ہوئیں، اور چار بلوچ مرد جو پہلے سے لاپتہ تھے، انہیں مبینہ طور پر ایک جعلی مقابلے میں مار دیا گیا۔

☆ جون میں، صحافی نفیس نعیم اور ارسلان خان کو دو مختلف واقعات میں اغواء کیا گیا اور پھر 24 گھنٹوں بعد رہا کیا گیا۔

جمہوری عمل کی ترقی

☆ اپریل میں، وزیرِ اعظم عمران خان حزبِ اختلاف کی جماعتوں کی پیش کی گئی مشترکہ تحریکِ عدمِ اعتماد کی میں ناکام ہوئے۔ اُس سے قبل، اسپیکر نے یہ کہتے ہوئے تحریک مسترد کر دی تھی کہ یہ قومی وقار وسلامتی کے خلاف ہے، جس کے بعد صدر نے قومی اسمبلی تحلیل کر دی تھی۔ تب، عدالتِ عظمیٰ نے اسپیکر کے فیصلے پر ازخود نوٹس لیا اور کہا کہ قومی اسمبلی کی تحلیل کا فیصلہ قانونی لحاظ سے بیاثر ہے۔

☆ کے پی میں، 31 مارچ کو 18 اضلاع میں منعقد ہونے والے انتخابات میں لگ بھگ 30,000 امیدواروں نے حصہ لیا؛ الیکشن کمیشن آف پاکستان نے انتخابی مہم کے دوران کئی بار انتخابی ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کی نشاندہی کی اور وزیرِ اعظم عمران خان سمیت کئی رہنماؤں کی سرزنش کی۔

☆ مارچ میں، اسلام آباد ہائی کورٹ نے آئی سی ٹی مقامی حکومت آرڈیننس کالعدم قرار دے دیا جس کے تحت پی ٹی آئی حکومت میئر کے انتخابات کروانے کی منصوبہ بندی کر رہی تھی۔ بعد میں، پی ڈی ایم کی حکومت نے ایک نوٹیفکیشن جاری کیا جس کے باعث دارالحکومت کی یونین کونسلوں کی تعداد 101 تک بڑھائی گئی اور ای سی پی انتخابات میں تاخیر کرنے پر مجبور ہوا۔

اپریل میں جامعہ کراچی میں خودکش بم دھماکے کے بعد بلوچستان میں جبری گمشدگیوں میں اضافہ ہوا۔ بلوچ طالبعلم بیبگر امداد کو لاہور سے جبری لاپتہ کیا گیا اور پھر 13 دن بعد رہا کیا گیا۔ جون میں، دودا الٰہی اور غمشاد کو کراچی سے لاپتہ کیا گیا، اور وہ ایک ہفتہ بعد گھر لوٹے۔ اگست میں بلوچ لکھاری لالہ فہیم بلوچ کو اغوا کیا گیا۔ دو خواتین بلوچ کارکن لاپتہ ہوئیں، اور چار بلوچ مرد جو پہلے سے لاپتہ تھے، انہیں مبینہ طور پر ایک جعلی مقابلے میں مار دیا گیا۔

☆ پنجاب میں حکومتوں کی تبدیلیوں کا سلسلہ جاری رہا جس کے نتیجے میں صوبہ غیر مستحکم ہوا۔

☆ آزاد جموں وکشمیر (اے جے کے) میں 32 برس بعد مقامی حکومتوں کے انتخابات منعقد ہوئے۔

☆ اپریل میں، اے جے کے اسمبلی میں پی ٹی آئی کے اراکین اسمبلی نے اپنے پی ایم سردار عبدالقیوم نیازی کے خلاف تحریکِ عدم اعتماد پیش کی اور سردار تنویر الیاس کو ان کا جانشین منتخب کیا۔

☆ مئی میں، بلوچستان میں مقامی حکومتوں کے انتخابات منعقد ہوئے۔ انتخاب والے دن تشدد کے کچھ واقعات پیش آئے تھے۔

☆ پنجاب اسمبلی نے 15 ستمبر کو مقامی حکومت قانون 2022 جو کہ جون میں پی ایم ایل این حکومت نے منظور کیا تھا، کو منسوخ کر کے مقامی حکومت بل 2021 منظور کیا۔ 30 نومبر کو الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) نے اعلان کیا کہ پنجاب کے مقامی حکومتوں کے انتخابات اپریل 2023 میں ہوں گے۔

☆ اگست میں، ای سی پی نے انتخابی حلقوں کی فہرستوں پر نظرثانی کی، فاٹا کے انضمام کی وجہ سے قومی اسمبلی کی نشستیں کم کر کے 336 کی گئیں۔

☆ ساتویں مردم شماری، جو کہ ڈیجیٹل طریقے سے ہوگی، 2022 میں بھی تاخیر کا شکار رہی۔

نقل وحرکت کی آزادی

☆ سیاسی مخالفین کو بیرونی سفر سے روکنے کے لیے ایگزٹ کنٹرول لسٹ (ای سی ایل) کے ناجائز استعمال کا سلسلہ پورا سال جاری رہا۔ اپریل میں، وفاقی وزارتِ داخلہ نے ای سی ایل کے قواعد میں بہتری لانے کا عزم کیا اور انکشاف کیا کہ اس وقت 4,863 افراد ای سی ایل میں تھے، اس کے علاوہ 30,000 افراد کے نام "بلیک لسٹ" میں اور ایف آئی اے کی زیرِ نگرانی صوبائی قومی شناختی فہرست میں تھے۔

☆ نومبر میں، رکن پارلیمان محسن داوڑ کو ایف آئی اے نے تاجکستان جانے سے روکا، حالانکہ اُن کا نام ای سی ایل سے ختم ہو چکا تھا۔

اجتماع کی آزادی

☆ پی ٹی آئی کی حکومت ختم ہوئی تو احتجاجی مظاہرے شروع ہو گئے جن میں سے کچھ پُرتشدد تھے۔ مئی میں، اسلام آباد میں مظاہرین کی پولیس کے ساتھ جھڑپیں ہوئیں اور ان کے خلاف ضرورت سے زیادہ طاقت استعمال کی گئی۔ اُسی ماہ لاہور میں پولیس نے مظاہرین پر آنسو گیس پھینکی۔

☆ جنوری میں، کوئٹہ میں احتجاج کرنے والے ڈاکٹروں کی پولیس سے جھڑپ ہوئی جس میں 16 افراد زخمی ہوئے۔

☆ جون میں، پولیس نے سندھ اسمبلی کے باہر مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے غیر قانونی طاقت استعمال کی۔ اُسی ماہ، کراچی میں لوگوں نے پانی اور بجلی کی بندش کے خلاف مظاہرہ کیا، اور پولیس نے بندرگاہ کو جانے والی شاہراہ بند کرنے والے مظاہرین کو پُرتشدد طریقے سے منتشر کرنے کے لیے لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا استعمال کیا۔

☆ جون میں، سندھ کے ضلع دادو کے کسانوں نے اپنی زمینوں میں آب پاشی کی عدم دستیابی کے خلاف انڈس ہائی وے پر مظاہرہ کیا۔ پولیس اور کسانوں کی جھڑپ ہوئی جس میں کم از کم 25 زخمی ہوئے۔

☆ دسمبر میں، گوادر میں حق دو تحریک کے مظاہرین کا دو

ماہ طویل دھرنا ختم کروانے کے لیے آنسو گیس اور لاٹھی چارج کا استعمال کیا گیا جس کے نتیجے میں وہاں جھڑپیں ہوئیں۔ مظاہرین نظم و نسق کے معاملات پر احتجاج کر رہے تھے۔

اظہار کی آزادی

- ☆ عالمی صحافتی آزادی گوشوارے میں 180 ممالک کی فہرست میں پاکستان کا درجہ 157 تھا۔
- ☆ فروری میں ایف آئی اے نے میڈیا چینل کے مالک محسن بیگ کو گرفتار کیا۔ اُن کے خلاف پی ٹی آئی کے وزیر کے متعلق توہین آمیز کلمات کہنے کا مقدمہ درج ہوا تھا۔ چھاپے کے دوران حکام کے ساتھ ہاتھا پائی ہوئی تو اُن کے خلاف دہشت گردی کا مقدمہ درج کرلیا گیا۔
- ☆ اپریل میں نئی حکومت نے متنازعہ پاکستان میڈیا ڈویلپمنٹ اتھارٹی تشکیل دینے کا منصوبہ ترک کر دیا۔ یہ منصوبہ پچھلی حکومت نے تجویز کیا تھا۔ حکومت نے متنازعہ پاکستان الیکٹرانک کرائمز ایکٹ پر نظرثانی کرنے کا عزم بھی ظاہر کیا۔
- ☆ ایف آئی اے نے 13 اپریل کو پنجاب میں آٹھ افراد کو گرفتار کیا جن پر سوشل میڈیا پر ریاستی اداروں کے خلاف مذموم مہم چلانے کا الزام تھا۔
- ☆ 21 مئی کو پی ٹی آئی کی رہنما شیریں مزاری کو اسلام آباد پولیس نے گرفتار کیا۔ ان کے اہلِ خانہ کے مطابق انہیں ریاست پر تنقید کرنے کی پاداش میں حراست میں لیا گیا تھا۔ انہیں اسلام آباد ہائی کورٹ کے احکامات پر اسی دن رہا کر دیا گیا مگر ان کی بیٹی ایمان حاضر مزاری پر فوج کے خلاف توہین آمیز بیانات دینے پر مقدمہ درج کیا گیا۔
- ☆ مئی میں، پیمرا نے دو بار ہدایات جاری کیں کہ عدلیہ یا فوج پر الزامات تراشی والے مواد کو نشر نہ کیا جائے۔ اگست میں اسلام آباد ہائی کورٹ نے عمران خان کی تقاریر کی براہ راست نشریات پر پیمرا کی پابندی منسوخ کر دی۔ پی ٹی آئی کے قائد نے پولیس اور عدلیہ کے خلاف دھمکی آمیز بیانات دیے تھے۔
- ☆ نامعلوم افراد نے یکم جولائی کو لاہور میں صحافی ایاز امیر پر حملہ کیا۔
- ☆ بغاوت اور ریاستی اداروں کی تذلیل کے الزامات پر ہونے والی نمایاں گرفتاریوں میں پی ٹی آئی کے شہباز گل اور سینیٹر اعظم سواتی کی گرفتاریاں شامل تھیں۔ زیرِ حراست افراد نے دعویٰ کیا تھا کہ دورانِ حراست ان پر تشدد کیا گیا۔
- ☆ پولیس نے 5 جولائی کو بغاوت سے ملتے جلتے الزامات پر صحافی عمران ریاض کو گرفتار کیا۔
- ☆ اگست میں اے آر وائی نیوز نے پی ٹی آئی کیا یک رہنما کے فوج کے اندر اختلاف کے بیانات جاری کیے تو اس کی نشریات بند کر دی گئیں۔
- ☆ اکتوبر میں صحافی ارشد شریف کینیا میں قتل کیے گئے، جہاں اُنہوں نے پاکستان میں دھمکیاں ملنے کے بعد پناہ لی تھی۔
- ☆ اکتوبر میں، صحافیوں کے تحفظ کی کمیٹی کے عہدیدار سٹیون بٹلر کو لاہور کے ہوائی اڈے پر ایف آئی اے نے حراست میں لیا اور اُن سے پوچھ گچھ کی۔

پولیس نے تصدیق کی کہ پاکستان بھر میں مذہب کی بے حرمتی کے 35 مقدمات درج ہوئے تھے۔ سی ایس جے کے بقول، لگ بھگ 171 لوگوں پر مذہب کی بے حرمتی کا الزام عائد ہوا اور 65 فیصد واقعات پنجاب میں پیش آئے۔ مذہب کی جبری تبدیلی، خاص طور پر نوجوان لڑکیوں کے مذہب کی تبدیلی کا سلسلہ پچھلے برسوں کی طرح جاری رہا۔ ایچ آر سی پی نے ہجوم کے ہاتھوں تشدد سے قتل کے کم از کم نو واقعات قلمبند کیے، تمام واقعات سندھ میں پیش آئے۔ مارچ میں، عدالتِ عظمیٰ نے قرار دیا کہ آئین احمدیوں کو شہری تسلیم کرنے سے انکار نہیں کرتا اور نہ ہی اُنہیں اُن کے بنیادی حقوق سے محروم کرتا ہے۔

مذہب یا عقیدے کی آزادی

- ☆ پولیس نے تصدیق کی کہ پاکستان بھر میں مذہب کی بے حرمتی کے 35 مقدمات درج ہوئے تھے۔ سی ایس جے کے بقول، لگ بھگ 171 لوگوں پر مذہب کی بے حرمتی کا الزام عائد ہوا اور 65 فیصد واقعات پنجاب میں پیش آئے۔
- ☆ مذہب کی جبری تبدیلی، خاص طور پر نوجوان لڑکیوں کے مذہب کی تبدیلی کا سلسلہ پچھلے برسوں کی طرح جاری رہا۔
- ☆ ایچ آر سی پی نے ہجوم کے ہاتھوں تشدد سے قتل کے کم از کم نو واقعات قلمبند کیے، تمام واقعات سندھ میں پیش آئے۔
- ☆ مارچ میں، عدالتِ عظمیٰ نے قرار دیا کہ آئین احمدیوں کو شہری تسلیم کرنے سے انکار نہیں کرتا اور نہ ہی اُنہیں اُن کے بنیادی حقوق سے محروم کرتا ہے۔
- ☆ احمدیوں کی 90 قبروں اور 10 عبادت گاہوں کی بے حرمتی کی گئی، 105 احمدیوں کے خلاف 25 مقدمات درج ہوئے۔ 12 دسمبر کو گوجرانوالہ ضلع انتظامیہ نے مقامی مذہبی تنظیموں سے شکایات موصول ہونے کے بعد احمدیوں کی جائے عبادت کے مینار گرائے۔
- ☆ پنجاب حکومت نے 31 جولائی کو نکاح نامے میں ردوبدل کیا اور ختم نبوت کے عقیدے کا اعلان نکاح نامے کا لازمی حصہ قرار دیا۔
- ☆ اگست میں گلگت میں شیعہ رہنما نے شہر کے خومر چوک پر جھنڈا لہرانے کی کوشش کی تو لڑائی شروع ہوگئی جس میں دو افراد ہلاک اور 17 زخمی ہوگئے۔

خواتین

- ☆ پولیس کی اطلاعات کے مطابق، ملک میں جنسی زیادتی کے 3,901، اجتماعی جنسی زیادتی کے 325، عزت کے نام پر جرائم کے 316، تیزاب کے حملوں کے 61، گھریلو تشدد کے 1,022 واقعات درج ہوئے
- ☆ سندھ پولیس نے صوبے میں جنسی زیادتی کے کیسز میں 200 فیصد اضافے کی تصدیق کی، اور ایک فیصد سے کم کیسز میں سزا ہوئی۔
- ☆ ظاہر جعفر کو نور مقدم کے قتل میں فروری میں سزائے موت سنائی گئی۔ مارچ میں، مرکزی ملزم عثمان مرزا سمیت پانچ لوگوں کو جنسی حملے اور ہراسانی کے مقدمے میں عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ مارچ میں ہی، حکومت نے قندیل بلوچ کے بھائی محمد وسیم کی رہائی کو چیلنج کیا۔
- ☆ اگست میں، عدالت عظمی نے عورت کے حق ضمانت کی ایک بار پھر تصدیق کی، اُن مقدمات میں بھی جو متعلقہ قوانین کے تحت جو نا قابل ضمانت تھے۔
- ☆ کے پی کے مقامی حکومتوں کے انتخابات میں بطورِ امیدوار اور ووٹر خواتین کی شمولیت مایوس کن رہی۔
- ☆ کے پی میں، صرف اور صرف مردوں پر مشتمل جرگہ نے عورتوں کے تفریحی مقام پر جانے پر پابندی لگائی۔
- ☆ گلگت میں، مذہبی تنظیمیں عورتوں کا اسپورٹس گالا

روکنے میں کامیاب رہیں۔

خواجہ سراء افراد

☆ خواجہ سراء افراد کو 2018 کے قانون میں دیے گئے حقوق پر پورا سال حملے ہوتے رہے اور اس میں ترامیم تجویز کی گئیں جن کی وجہ سے وہ جنس کی تبدیلی سمیت کئی آزادیوں سے محروم ہو سکتے ہیں۔

☆ جنوری میں، حقوق کی کارکن سارہ گل ملک کی پہلی خواجہ سراء ڈاکٹر بنیں۔

☆ ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ کے مطابق، 12 خواجہ سراء قتل ہوئے، 10 خواجہ سراء جنسی تشدد کا نشانہ بنے، اور ایک خواجہ سراء اغواء ہوا۔

☆ محکمہ تعلیم جنوبی پنجاب نے 12 مارچ کو بہاولپور میں جبکہ یکم اگست کو ڈیرہ غازی خان میں خواجہ سراء برادری کے لیے اسکول کھولا۔ 8 دسمبر کو لاہور میں بھی پہلے خواجہ سراء اسکول کا افتتاح ہوا۔

☆ اکتوبر میں وفاقی حکومت نے خواجہ سراؤں کے لیے 24 گھنٹے کی ہیلپ لائن کھولی تاکہ وہ اپنی شکایات درج کروا سکیں۔

☆ نومبر میں، کراچی میں تاریخ کا پہلا مورت مارچ ہوا جس نے خواجہ سراء برادری کو اپنے مسائل اجاگر کرنے کا موقع دیا۔

☆ نومبر میں، وفاقی حکومت نے سنسر بورڈ کی منظور شدہ فلم جوائے لینڈ ریلیز کرنے پر پابندی لگا دی۔ فلم میں ایک مرد اور خواجہ سراء شخص کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ پابندی ہٹا دی گئی مگر پنجاب نے اب تک فلم پر پابندی لگا رکھی ہے۔

☆ سندھ حکومت نے مقامی حکومت میں خواجہ سراء برادری کے لیے 0.5 فیصد ملازمت کوٹہ اور ایک فیصد نشستیں مخصوص کیں۔

بچے

☆ ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ کے مطابق، 2022 کے دوران کم از کم 937 بچے جنسی زیادتی کا نشانہ بنے۔ تشویش ناک صورت حال یہ ہے کہ جنوری اور اکتوبر کے دوران، پائیدار سماجی ترقی تنظیم کے مطابق، پنجاب میں بچوں سے بدسلوکی کے 4,503 واقعات پیش آئے۔

☆ آئی ایچ سی نے مارچ میں 18 برس سے کم عمری کی شادی کو جرم قرار دیا۔ تاہم، اسلامی نظریاتی کونسل نے اس فیصلے کی مخالفت کی۔

☆ ایچ آر سی پی نے کم عمری کی شادی کے کم از کم 19

محنت کے عالمی دن پر، اسلام آباد میں یونین رہنماؤں نے افسوس کا اظہار کیا کہ پاکستان کی 6 کروڑ غیر رسمی محنت کشوں میں سے صرف 90 لاکھ کو قانون کی نظر میں محنت سے متعلق حقوق حاصل ہیں۔ فروری میں، وزارت انسانی حقوق نے وفاقی و صوبائی حکومتوں کو ہدایت کی کہ اقلیتی مذاہب سے خاکروب بھرتی کرنے کے حوالے سے امتیازی سلوک بند کیا جائے۔ اپریل میں پنجاب اور وفاق کی حکومتوں نے کم از کم تنخواہ بڑھا کر 25,000 پاکستانی روپے کی۔ کے پی میں کم از کم تنخواہ بڑھا کر 26,000 پاکستانی روپے کی گئی۔

واقعات ریکارڈ کیے۔ ان میں سے 13 واقعات سندھ میں پیش آئے تھے۔

☆ اپریل میں کراچی سے دعا زہرا لاپتہ ہوگئی اور اس کے والدین کے بقول اسے اغوا کیا گیا تھا۔ پنجاب میں شادی کرنے والی دعا نے بتایا کہ وہ بالغ ہے۔ ملزم کو دعا کے اغوا اور سازش کے تحت اس سے کم عمری کی شادی کرنے کا ذمہ دار قرار دیا گیا جبکہ دعا نے عدالتِ عالیہ لاہور سے استدعا کی کہ اسے دارالامان بھیجا جائے۔

☆ یونیسف کے مطابق، 2022 کے اختتام پر، سندھ میں لگ بھگ 40 لاکھ بچے سیلاب کے گندے اور کھڑے پانی کی زد میں رہے۔

☆ بلوچستان اور سندھ کے سیلاب متاثرہ علاقوں کے مراکز صحت میں داخل ہونے والے پانچ برس سے کم عمر کیہر نو میں ایک بچہ شدید غذائی قلت کا شکار تھا۔

افراد باہم معذوری

☆ مئی میں، وزارت انسانی حقوق نے 29 وفاقی وزارتوں اور ڈویژنوں کو ہدایت کی کہ افراد باہم معذوری کے لیے مختص 2 فیصد ملازمتی کوٹہ پر عملدرآمد یقینی بنایا جائے۔

☆ اسلام آباد میں اسکولوں کو اور زیادہ شمولیتی بنانے کے لیے اکتوبر میں ڈیسلیسیا خصوصی اقدامات قانون منظور ہوا۔ میڈیا پرسنز ایکٹ تک رسائی (ڈیف) قانون بھی دسمبر میں منظور ہوا جس کا مقصد پاکستان بھر کے ٹیلی ویژن پروگراموں میں اشاروں کی زبان کو شامل کرنا ہے۔

محنت

☆ محنت کے عالمی دن پر، اسلام آباد میں یونین رہنماؤں نے افسوس کا اظہار کیا کہ پاکستان کی 6 کروڑ غیر رسمی محنت کشوں میں سے صرف 90 لاکھ کو قانون کی نظر میں محنت سے متعلق حقوق حاصل ہیں۔

☆ فروری میں، وزارت انسانی حقوق نے وفاقی و صوبائی حکومتوں کو ہدایت کی کہ اقلیتی مذاہب سے خاکروب بھرتی کرنے کے حوالے سے امتیازی سلوک بند کیا جائے۔

☆ اپریل میں پنجاب اور وفاق کی حکومتوں نے کم از کم تنخواہ بڑھا کر 25,000 پاکستانی روپے کی۔ کے پی میں کم از کم تنخواہ بڑھا کر 26,000 پاکستانی روپے کی گئی۔

☆ ہاری ویلفیئر ایسوسی ایشن کے مطابق، سندھ میں لگ بھگ 1,200 گروی مزدور رہا ہوئے۔ البتہ، سال کے دوران صرف 14 ضلعی نگران کمیٹیاں قائم ہوئیں، اور اس سے بھی کم فعال تھیں۔

☆ پاکستان سنٹرل مائنز لیبر فیڈریشن کے مطابق، جنوری سے جولائی تک، پاکستان بھر میں کانوں میں حادثات کے نتیجے میں 90 کان کن ہلاک ہوئے۔ ایچ آر سی پی کے کوئٹہ دفتر نے بلوچستان میں 24 حادثات قلمبند کیے جن میں 71 مزدور ہلاک اور 25 زخمی ہوئے۔

مہاجرین اور آئی ڈی پیز

☆ پاکستان نے اب تک مہاجرین کنونشن 1951 اور اس کے پروٹوکول 1967 کو تسلیم نہیں کیا اور مہاجرین کے حوالے سے کوئی ملکی قانون سازی یا پالیسی سازی بھی نہیں کی۔

☆ یو این ایجنسی برائے مہاجرین کے مطابق، پاکستان میں دسمبر تک 1,316,257 رجسٹرڈ افغان مہاجرین مقیم تھے۔ تاہم، شناختی دستاویزات کے حصول اور ویزا کی تجدید میں پیش آنے والی مشکلات بدستور موجود تھیں جس کے باعث کئی لوگ گرفتاری کے خطرے سے دوچار تھے۔

☆ دسمبر میں، سندھ حکومت کو اس وقت بڑی تنقید کا سامنا کرنا پڑا جب جیل کی سلاخوں کے پیچھے موجود افغان بچوں کی تصویر نے سوشل میڈیا پر گردش کی۔ وزارت اطلاعات سندھ نے وضاحت کی کہ بچے گرفتار نہیں تھے، بلکہ اپنی والدہ کے ہمراہ تھے جسے غیر قانونی

ہجرت کے مقدمات میں حاضر ہونا تھا۔

☆ کے پی حکومت نے جولائی میں سیاہ قبیلے کے 5,000 گھرانوں کی بحالی نو کے لیے چار کروڑ روپے مختص کیے جو ضربِ عضب فوجی آپریشن کی وجہ سے وادی تیراہ سے بے دخل ہوئے تھے۔ تاہم، فوج نے وادی میں دہشت گردوں کے خلاف آپریشن کا اعلان کیا تو آئی ڈی پیز کو علاقہ چھوڑنا پڑا۔

تعلیم

☆ تعلیم کی سالانہ صورتِ حال رپورٹ نے انکشاف کیا کہ پانچویں جماعت کے 45 فیصد بچے اردو یا مقامی زبان نہیں پڑھ سکتے، جبکہ 44 فیصد انگریزی نہیں پڑھ سکتے۔

☆ جولائی میں، وزارتِ تعلیم نے متنازعہ یکساں قومی نصاب کا نام بدل کر قومی نصاب پاکستان رکھا، اور دعویٰ کیا کہ یہ نصاب پہلے سے زیادہ شمولیت اور مشاورت کی بنیاد پر مرتب کیا جائے گا۔

☆ کوویڈ 19 کے دوران اسکولوں پڑھائی کا سلسلہ منقطع ہوا جس کے بعد سیلاب اور سموگ کی وجہ سے پنجاب میں اسکول بغیر کسی خلل کے معمول کی پڑھائی شروع نہیں کر سکے جسے لگ بھگ 25 لاکھ طالبعلم متاثر ہوئے بلوچستان میں 3,000 سے زائد اسکولوں کو نقصان پہنچا جس سے 386,000 طالبعلموں کی پڑھائی متاثر ہوئی۔

☆ پنجاب میں طلباء تنظیموں کی بحالی اور یونیورسٹی فیسوں میں کمی کے لیے احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ بعض مواقع پر کارکنان کو اغوا کیا گیا اور ان کے ساتھ برا سلوک کیا گیا۔

صحت

☆ 2022 میں کوویڈ 19 کے 1,575,805 کیسز رپورٹ ہوئے۔ سال کے شروع میں اومی کرون وائرس نے کورونا وائرس کے کیسز میں اضافہ کیا جس کے باعث چھوٹے لاک ڈاؤن ہوئے اور مارچ میں مزید پابندیاں لگیں۔

☆ ڈینگی کے پھیلاؤ نے ملک میں صحت کے ایک بحران کو جنم دیا جس کے باعث کم از کم 149 افراد کی جان گئی۔

☆ پاکستان بھر میں سیلاب کا پانی جمع ہونے سے پانی سے جنم لینے والی بیماریاں عام ہوئیں۔ خوراک اور پینے کے پانی کی کمی نے صحت کے اضافی مسائل پیدا کیے، خاص طور پر عورتوں اور بچوں کے لیے۔

جولائی میں، وزارتِ تعلیم نے متنازعہ یکساں قومی نصاب کا نام بدل کر قومی نصاب پاکستان رکھا، اور دعویٰ کیا کہ یہ نصاب پہلے سے زیادہ شمولیت اور مشاورت کی بنیاد پر مرتب کیا جائے گا۔ کوویڈ 19 کے دوران اسکولوں پڑھائی کا سلسلہ منقطع ہوا جس کے بعد سیلاب اور سموگ کی وجہ سے پنجاب میں اسکول بغیر کسی خلل کے معمول کی پڑھائی شروع نہیں کر سکے جسے لگ بھگ 25 لاکھ طالبعلم متاثر ہوئے بلوچستان میں 3,000 سے زائد اسکولوں کو نقصان پہنچا جس سے 386,000 طالبعلموں کی پڑھائی متاثر ہوئی۔ پنجاب میں طلباء تنظیموں کی بحالی اور یونیورسٹی فیسوں میں کمی کے لیے احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ بعض مواقع پر کارکنان کو اغوا کیا گیا اور ان کے ساتھ برا سلوک کیا گیا۔

بلوچستان میں ملیریا کے 38,476 کیسز سامنے آنے کے بعد ڈبلیو ایچ او نے تنبیہ جاری کی۔

☆ پنجاب میں صحت سہولت کارڈ کی حیثیت غیر واضح رہی

☆ ایچ آر سی پی نے ملک بھر میں کم از کم 1,341 خودکشیاں ریکارڈ کیں۔

☆ پولیو کا مسئلہ دوبارہ پیدا ہوا، کم از کم 20 کیسز رپورٹ ہوئے

ہاؤسنگ اور ماحول

☆ اسلام آباد ہائی کورٹ نے حکومت و عدلیہ کے اہلکاروں کو سستے داموں پلاٹ کی فراہمی کے خلاف فیصلہ دیا۔

☆ لاہور ہائی کورٹ نے 13 اکتوبر کو راوی اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی کو کہا کہ وہ عدالتِ عظمیٰ کے احکامات کے دائرے سے باہر جا کر اراضی حاصل نہیں کر سکتی۔

☆ کراچی میں عمارتوں کی مسماری کا سلسلہ جاری رہا۔ مجاہد کالونی کے کئی حصے بحالیِ نو کے منصوبوں کے بغیر زمین بوس کر دیے گئے۔ کراچی آبادی قانون کی منظوری کے باوجود، حکومت گجر اور نگی نالہ کے باشندوں کی بحالیِ نو کرنے میں ناکام رہی۔

☆ شندور، بابوسر اور باشا میں جی بی- کے پی کی حدود سے متعلق اراضی کے تنازعات کو حل نہ کیا جا سکا۔

☆ 2022 میں لاہور اور کراچی میں ہوا کا معیار سنگین حد تک نیچے گر گیا

☆ 2022 کے آغاز میں شدید گرم آب و ہوا نے سندھ کو اپنی لپیٹ میں لیا، اور کراچی، دادو اور جیکب آباد میں درجہ حرارت میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔

☆ موسمِ گرما میں اے جے کے میں جنگل میں آگ لگی جس سے لگ بھگ 30 لاکھ درختوں اور جنگلی حیات کو نقصان پہنچا۔

پاکستان اور انسانی حقوق کا عالمی نظام

☆ جیسا کہ پاکستان کا 2023 میں چوتھا عالمی سلسلہ وار جائزے کا وقت قریب آ رہا ہے، سول سوسائٹی نے مذہب کی بے حرمتی کے قانون، اور اظہار، اجتماع اور انجمن سازی کی آزادیوں پر توجہ دینے والے ورکنگ گروپ کو اپنی کئی رپورٹس پیش کر دی ہیں۔

☆ یورپی یونین مانیٹرنگ مشن نے جی ایس پی پلس اسکیم کے تحت پاکستان کی پیش رفت کا جائزہ لینے کے لیے جون میں دورہ کیا۔ اسکیم کی موجودہ مدت 2023 میں ختم ہو رہی ہے، لہٰذا، پاکستان کو جی ایس پی پلس کے تحت اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ یورپی امورِ خارجہ ایکشن سروس نے جی ایس پی پلس پروگرام کے پہلے سے 27 معاہدات میں ماحولیاتی معیارات سے متعلق مزید 5 معاہدے شامل کر دیے ہیں۔

☆ ستمبر میں اقوامِ متحدہ نے کہا کہ یہ اہم ہے کہ سیلاب ریلیف کی عالمی کاوشوں میں انسانی حقوق کے اصولوں سے رہنمائی لی جائے، انسان دوست مدد اور انتہائی پسے ہوئے طبقوں کی مدد کو ترجیح دی جائے

انسانی حقوق کے قومی ادارے

☆ حالیہ جی ایس پی پلس تشخیصی رپورٹس کے مطابق، این سی ایچ آر کو پیرس کے اصولوں کی مطابقت میں نہیں ڈھالا گیا، جن کے مطابق اسے ایک خودمختار متنوع قانون ادارہ بنایا جانا چاہیے جس کے پاس مناسب وسائل میسر ہوں۔

☆ تشدد کو جرم قرار دینے کے ابتدائی مسودہ قانون میں تشدد کی شکایات کی تحقیقات کا اختیار این سی ایچ آر کو دیا گیا تھا۔ بعد ازاں قانون جب منظور ہوا تو یہ اختیار ایف آئی اے کو دے دیا گیا۔ ایف آئی اے جیسی ایجنسیوں کو مجوزہ خود احتسابی نے اخلاقیات اور غیر جانبداری کے بارے میں شدید خدشات پیدا کیے ہیں۔

تئیسواں حمزہ واحد یادگاری لیکچر

حارث خلیق

موجودہ عالمی بحران اور پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتحال

خواتین وحضرات تسلیمات۔

میں ارتقا انسٹیٹیوٹ اور جناب کلیم درانی کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے حمزہ واحد یادگاری لیکچر کی صورت میں آپ سے ہم کلام ہونے کا موقع فراہم کیا۔ میرے لیے یہ باعث اعزاز ہے کہ میں ارتقا انسٹی ٹیوٹ کے بنیاد گزاروں کے ساتھ رضا کار تھا اور اپنے کراچی میں قیام کے دوران اس ادارے کے ساتھ خاصا متحرک بھی۔ محترم جناب واحد بشیر اور محترمہ بیگم حمزہ واحد نے ایک پوری نسل کی فکری، ادبی اور سیاسی تربیت کی اور میرے لیے یہ فخر کا باعث ہے کہ میں نے ان کے ساتھ وقت گزارا اور اپنی بساط کے مطابق ان سے سیکھا۔

ہمارا آج کا موضوع ہے: **''موجودہ عالمی بحران اور پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال''**۔ یہ ایک عمومی موضوع ہے اور اس میں یہ گنجائش بہر حال نکلتی ہے کہ ہم ماضی قریب پر بھی نظر ڈالیں اور پھر عہد حاضر کی طرف آئیں۔ یہاں یہ وضاحت بھی

ضروری ہے کہ انسانی حقوق کو دیکھنے کے لیے میں ذاتی طور پر سیاسی (Political) عدسہ استعمال کرتا ہوں، قانونی (Legal) یا ساختی (Structural) نہیں۔ چونکہ قانون سازی سے لے کر اس پر عمل درآمد تک اور ریاستیں یا ان کے زیریں اداروں کی ساخت، یہ تمام سیاست کے تابع ہوتی ہیں۔ تبدیلی اور اصلاح کے لیے جدوجہد تو ہر سطح پر جاری رہنی چاہیے۔ مگر یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ بنیادی سوال سیاسی تبدیلی اور اس سے جُڑے ہوئے نظام زر میں تبدیلی کا ہے۔ ہم اس طرف دوبارہ آئیں گے۔ یہاں بھی یہ عرض کر دوں کہ اس گفتگو میں میرا زور انسانی حقوق کے نظری مباحث پر زیادہ ہوگا اور شماریات پر کم۔

خواتین وحضرات، بیسویں صدی میں برپا ہونے والی دو عالمی جنگوں اور اُن کی بے پناہ تباہ کاریوں کے بعد اقوام عالم نے سر جوڑ کر بیٹھنے کا فیصلہ کیا تا کہ امن عالم اور بنیادی بشری آزادیوں کے فروغ کے لیے کام کیا جائے۔ چنانچہ 1948ء میں اقوام متحدہ کے تحت انسانی حقوق کا عالمی منشور ترتیب دیا گیا۔ یہاں ایک دل چسپ بات یہ بھی ہے کہ پاکستان اس منشور کو قلم بند کرنے کے عمل میں سرگرمی سے شریک رہا۔ یہ منشور انسانی حقوق کی اساسی اور مشترکہ دستاویز ہے جس سے باقی تمام معاہدے، کنونشن، پروٹوکول، وغیرہ جو مختلف حقوق سے متعلق ہیں، اخذ کیے گئے ہیں۔ دنیا کے کئی ممالک بشمول پاکستان کے دستور میں بھی بنیادی آزادیوں کی تفصیل اسی منشور سے اخذ کی گئی ہے۔ پاکستان بحیثیت ریاست مختلف انسانی حقوق کے سلسلے میں کیے گئے کئی اور عالمی تفصیلی معاہدوں کی بھی توثیق کر چکا ہے۔ اقوام متحدہ نے حقوق کو بہتر طور پر سمجھنے اور سمجھانے کے لیے انہیں پانچ زمروں میں بیان کیا۔ یعنی شہری حقوق، سیاسی حقوق، سماجی حقوق اور ثقافتی حقوق

(Civil, Political, Economic, Social and Cultural Rights)

بیسویں صدی میں یہ وہ دور ہے جب دنیا دو واضح دھڑوں میں بٹ گئی اور چالیس سال تک سوویت یونین اور اس کے حلیف اشترا کی ممالک ایک طرف جب کہ امریکہ اور اس کے حلیف سرمایہ دارانہ معیشت میں یقین رکھنے والے ممالک دوسری طرف سرد جنگ لڑتے رہے۔ یہ جنگ ان ممالک کے لیے تو سرد رہی مگر لاطینی امریکہ اور افریقہ سے لے کر ویت نام اور افغانستان سمیت مشرق وسطیٰ تک ترقی پذیر ممالک کے لیے صورت حال بہت گرم تھی۔ ان دو دھڑوں کے مابین نظریاتی اختلاف انسانی حقوق کی بحث پر بھی اثر انداز ہوا۔ امریکہ اور اس کے مغربی حلیف سارا زور شہری اور سیاسی آزادیوں پر دیتے رہے جبکہ دوسری جانب شہری اور سیاسی آزادیوں پر قدغنیں تھیں اور زور معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کی فراہمی پر تھا۔ یہ تجربات جو اشترا کی نظام کی تشکیل کے سلسلے میں کیے گئے وہ کس حد تک کامیاب یا نا کام ہوئے، امریکہ نے کیا کیا ہتھکنڈے استعمال کر کے یہ جنگ جیتی اور دو ایک مثالوں کو چھوڑ کر آج تمام دنیا اجارہ دارانہ اور نیولبرل سرمایہ داری کے زیر اثر کیسے آئی یہ آج کا مرکزی موضوع نہیں ہے مگر میرے نزدیک مرکزی موضوع سے منسلک ضرور ہے۔ یہ بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ مغربی ممالک نے سوویت یونین اور اس کے حلیف ممالک کے ہاں شہری اور سیاسی حقوق کے معاملات کو سوویت یونین اور اشترا کی بلاک کے انہدام میں بھر پور طریقے سے استعمال کیا۔ جہاں تک انسانی حقوق کا تعلق ہے تو جہاں بیسویں صدی کے اشترا کی تجربے میں شہری اور سیاسی حقوق کی پاسداری ممکن نہ ہوئی، وہیں سرمایہ دارانہ ممالک میں سواد اعظم کے معاشی اور سماجی حقوق پامال ہوتے رہے۔ بالخصوص ان سرمایہ دار ممالک میں جن کا تعلق ترقی پذیر دنیا سے ہے۔ چند فلاحی ریاستیں بھی قائم ہوئیں جنہوں نے منڈی کی معیشت کو بنیادی معاشی اور سماجی حقوق کی فراہمی سے جوڑنے کی کوشش کی مگر ایسا ثروت مند اور ترقی یافتہ ممالک مثلاً جرمنی، ناروے اور سویڈن میں تو ممکن ہوا، تیسری دنیا میں اس کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ قانون سازی بھی ریاست کی ترجیحات کے مطابق ہوئی، مثلاً اگر کوئی آپ کو زبر دستی ووٹ نہ ڈالنے دے تو وہ شخص قانون کی گرفت میں آئے گا مگر آپ بھوکے ہیں تو یہ قانون کا مسئلہ نہیں۔

چنانچہ بائیں بازو سے وابستہ دانش ور اور سیاسی کارکن انسانی حقوق کے شہری اور سیاسی حقوق تک محدود رہنے کے سبب ان حقوق کو مغربی لبرل ایجنڈا کی صورت میں دیکھتے رہے۔ جبکہ یہی موقف بنیادی شخصی آزادیوں اور خواتین کے حقوق پر اصرار کے سبب سے دائیں بازو کے لوگوں کا بھی رہا۔ اسباب مختلف تھے مگر نتیجہ ایک۔ یہاں ایک دلچسپ بات جو مشاہدے میں آئی اُس کا ذکر کرتا چلوں۔ سابقہ اشترا کی ممالک میں جمہوری آزادی کی جدوجہد میں وہاں کے مذہبی ادارے اور دائیں بازو کے معاشی نظریات میں یقین رکھنے والے لوگ شامل رہے۔ جبکہ فوجی یا دائیں بازو کی آمریتوں میں جمہوری آزادیوں کی جدوجہد کے سرخیل بائیں بازو کے لوگ رہے۔ انڈونیشیا سے پاکستان تک اور پھر لاطینی امریکہ میں اس کی کئی مثالیں ہیں۔ اس لیے آگے چل کر ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف الخیال لوگوں کے ساتھ بائیں بازو سے متعلق افراد و خواتین نے انسانی حقوق کی پاسداری کا علم بلند کیا اور اس تحریک میں شامل رہے۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان بھی اس کی ایک مثال ہے جس کو اس کی موجودہ شکل دینے میں دیگر روشن خیال لوگوں کے ساتھ بنیادی کردار آئی۔اے۔ رحمان کا ہے جو اعلانیہ مارکسی تھے۔ مگر انسانی حقوق کی پامالی کا شکار کوئی بھی ہو، ہم کسی بھی سیاسی، معاشی یا سماجی نظریے سے وابستہ متاثرین کے لیے آواز بلند کرتے ہیں اور اس عمل میں کسی امتیاز یا تفریق سے کام نہیں لیتے۔ خواتین وحضرات، اب اگر موجودہ عالمی بحران بلکہ انسانی بحرانوں پر نظر ڈالیں تو آپ یہ دیکھیں گے کہ سب سے بڑا وجودی بحران جس نے سر اٹھایا ہے وہ موسمیاتی بحران ہے۔ بنیادی انسانی حقوق پر اس کے اثرات شدید سے شدید تر ہوتے جا رہے ہیں۔ جینے کے حق سے لے کر خوراک، پانی تعلیم، صحت، رہائش، سب خطرے میں ہیں۔ ان اثرات کا سب سے زیادہ شکار وہ لوگ ہوئے ہیں جن کے اثاثے بہت محدود ہیں یا سرے سے ہیں ہی نہیں۔ یہ حاشیے پر زندگی گزارنے والے وہ عوام الناس ہیں جن کا اپنی زندگی سے متعلق کیے جانے والے فیصلوں پر نہ کوئی اختیار ہے نہ ان میں کوئی شمولیت۔ ان کی آواز بننے والے موسمیاتی اور انسانی حقوق کے دفاع کاروں کو نفسیاتی اور جسمانی تشدد اور طاقت ور ریاستی اور نجی کمپنیوں کے سخت ردِ عمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسا تمام دنیا میں ہے مگر ہمارے ہاں ایاز جوکھیو کا کیس آپ کے سامنے ہے۔ عالمی اشرافیہ کی ہوس زر اور فطری وسائل کی بے جا کھپت نے پورے ایکو

سسٹم (eco system) کو خطرے سے دوچار کر دیا ہے۔ انسان نے نباتات اور حیوانات پر تو قابو حاصل کر لیا اور کئی پرجاتیاں صفحۂ ہستی سے ہی مٹا دیں مگر اب موسمیاتی تغیرات اس کے بس میں نہیں۔ سندھ میں بارشوں سے آنے والے سیلاب سے تین کروڑ لوگ متاثر ہوئے۔ پہلے لوگ صرف ان علاقوں سے ہجرت کرتے تھے جہاں جنگ یا فسادات ہوں۔ اب دنیا کے کئی علاقوں میں پوری پوری آبادیاں موسمیاتی تبدیلیوں کے سبب سے دوسرے علاقوں میں نہایت کسمپرسی کے عالم میں پناہ گزین ہیں۔

دوسرا بڑا بحران سیاسی ہے۔ بنیادی جمہوری اقدار کو دنیا بھر میں ابھرنے والی دائیں بازو کی مقبولیت پسند سیاست نے سخت نقصان پہنچایا ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ سے لے کر نریندر مودی تک اور سابق برطانوی وزیر اعظم بورس جانسن سے لے کر سابق فلپینی صدر راڈ ریگو ڈوٹیرٹے تک، ولادیمیر پیوٹن سے لے کر رجب طیب اردوان تک، ایک سلسلہ ہے۔ ستم ظریفی یہ بھی ہے کہ ڈوٹیرٹے کے بعد آنے والا سابق آمر مارکوس کا بیٹا ہے۔ کئی اور افراد بشمول عمران خان صاحب بھی اسی قبیل میں شمار ہوں گے۔ ہمارے ہاں فرق صرف یہ رہا کہ عمران کی نگرانی کے لیے فوج موجود تھی۔ ان حکومتوں کے تحت اخبار نویسوں، سیاسی مخالفین اور سماجی کارکنوں کو نفسیاتی اور جسمانی تشدد اور ہراسگی کا نشانہ بنایا گیا۔ اور ایسے بیانیوں کو فروغ دیا گیا جن کے نتیجے میں نسلی امتیاز (racism)، اقلیتی امتیاز اور عورت دشمنی (misogyny) کو ترویج ملی۔ امریکہ میں اگر سیاہ فام باشندوں کی طرف مخاصمانہ سلوک اور پولیس کا جان لیوا تشدد بڑھتا ہوا نظر آیا تو روس اور چین میں سیاسی مخالفین پابند سلاسل رہے۔ پاکستان میں عورتوں اور بچوں، بچیوں کے خلاف جرائم میں اضافہ دیکھا گیا۔ مسلم آبادی کے ممالک کی اکثریت میں انسانی حقوق کی پامالی جا بجا نظر آتی ہے۔ ایران سے سعودی عرب تک اور افغانستان سے مصر تک سیاسی اختلاف رائے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہودی ریاست اسرائیل میں اپنے شہریوں کے لیے جمہوریت مگر فلسطینیوں کی طرف ان کا سلوک نہایت ظالمانہ ہے۔

کشمیر کی صورت حال اور وہاں ہونے والی انسانی حقوق کی پامالیاں بھی ہمارے سامنے ہیں۔ اور اس سب پر مستزاد عالمی معاشی بحران، بے پناہ افراطِ زر، کساد بازاری اور توانائی کے وسائل میں کمی۔ اس کی بنیاد تو وہی نظامِ زر ہے جس میں ہر چند دہائیوں کے بعد ایک بحران جنم لیتا ہے مگر اب کہ اس میں تیزی کووڈ کی عالم گیر وبا، اس کے بعد امریکہ۔ چین تناؤ اور پھر روس۔ یوکرین جنگ کے سبب سے آئی ہے۔ بڑے ممالک، ترقی یافتہ معیشتیں اور کثیر القومی کمپنیاں اگر اس بحران سے نکل بھی آئیں تو بھی اس کے نتیجے میں غریب ممالک اور محنت کش طبقات غریب سے غریب تر ہو جائیں گے اور پھر ایک نئے سرے سے سرمایہ دارانہ معیشتوں کے دستِ نگر۔ دیگر مثالوں کی طرح پاکستان بھی اس کی ایک مثال ہے۔ سونے پہ سہاگہ یہ ہے کہ پاکستان کی اشرافیہ اور مقتدر ریاستی اداروں نے اپنی باج گزار سیاسی جماعتوں کے اشتراک سے ایک زہر آلود مذہبی قوم پرستی کے بیانیے اور ایسی پالیسیوں کو جنم دیا جن کے نتیجے میں اب ہماری معیشت اور عوام بالکل بے دست و پا نظر آتے ہیں۔ سو ہم پر دوہرا جبر ہے، ایک عالمی معاشی نظام کا اور دوسرا ہمارے اپنے غلط فیصلوں اور غلط ترجیحات کا۔ خواتین و حضرات، اب اس بین الاقوامی اور ملکی منظر نامے میں پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال آسانی سے آپ کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ حقوق کی پامالیوں کی فہرست طویل ہے مگر ظاہر ہے کہ اس محدود وقت میں ہر مسئلے کا احاطہ ممکن نہیں۔ اگلے ماہ یعنی اپریل 2023ء میں کمیشن کی 2022ء میں انسانی حقوق کی صورت حال پر تفصیلی رپورٹ ہر سال کی طرح منظر عام پر آجائے گی۔ یہ آن لائن بھی دستیاب ہوگی اور اس کا اردو ترجمہ بھی طبع ہوگا۔ آپ مکمل تفصیل جاننے کے لیے وہ رپورٹ اور دیگر مطبوعات ضرور دیکھیے۔ آج میں آپ سے چند بڑے مسائل کا ذکر کروں گا جن کا فوری تدارک ضروری ہے یعنی لمحہ موجود میں پاکستان میں انسان حقوق کی عدم پاسداری کی بڑی مثالیں۔

محنت کشوں کے حقوق:

یہ معاشی حقوق کے زمرے میں آتے ہیں مگر ساتھ ساتھ انجمن سازی کا حق بھی بری طرح پامال ہوا ہے۔

پاکستان کے محنت کشوں کی اکثریت نہیں تو بڑی تعداد غیر رسمی شعبے (informal sector) سے وابستہ ہے جہاں کسی قسم کے لیبر قوانین کا کوئی اطلاق نہیں ہوتا۔ رسمی شعبے سے وابستہ محنت کش بھی روزگار کی بے یقینی اور کم اجرت پر کام کرنے پر مجبور ہیں۔ انجمن سازی کی حوصلہ شکنی اور کم وقتی کانٹریکٹ پر کام کرنے کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ نتیجتاً محنت کشوں کی حالتِ زار ناگفتہ بہ ہے اور اس کی ذمہ داری سرکار، نجی مالکان اور بین الاقوامی تجارتی کمپنیوں پر بھی عائد ہوتی ہے کیونکہ جن ضوابط کا خیال وہ یورپ میں رکھتی ہیں وہ پاکستان کے کمزور ضوابطی نظام کے سبب یہاں ان سے چشم پوشی کرتی ہیں۔ فیئر ٹریڈ سے وابستہ اداروں کی تعداد کہیں کم ہے۔ میں نے محنت کش کی ترکیب اس لیے استعمال کی کہ مسئلہ روایتی مل مزدوروں تک محدود نہیں۔ کسان، ماہی گیر، خاکروب، کان کن، لیڈی ہیلتھ ورکرز، نرسیں، اسکولوں کے اساتذہ وغیرہ اور اب سروس سیکٹر سے متعلق ورکرز کسی کے لیے کوئی بنیادی معاشی حق نہیں ہے۔ بے روزگاری اس پر سوا ہے جو باعزت روزگار کی فراہمی کے بنیادی حق کی پامالی ہے۔ بہت بڑا مسئلہ جبری مشقت کا ہے جو اینٹوں کے بھٹوں سے لے کر زراعت کے شعبے میں بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ بچوں کی مزدوری اور خواتین محنت کشوں کو پوری اجرت نہ ملنا، یہ سب بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہیں۔ یہ خلاف ورزیاں گھروں میں کام کرنے والے افراد و خواتین اور کم سن بچوں کے سلسلے میں بھی دھڑلے سے جاری ہیں۔ معاشی انصاف کا فقدان اور بڑھتی ہوئی عدم مساوات پاکستان میں انسانی حقوق کی پاسداری میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

مذہبی اقلیتوں کے حقوق:

پاکستان کے دستور سے ہی مذہبی اقلیتوں کے خلاف امتیاز کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ایک طرف انھیں آزادیاں دی گئی ہیں، بے شک جن پر عمل درآمد نہیں ہوتا مگر وہ موجود ہیں، تو دوسری طرف کوئی غیر مسلم کتنا ہی باصلاحیت اور محبِّ وطن ہو پاکستان کا صدر یا وزیر اعظم نہیں بن سکتا۔ کم عمر لڑکیوں کی جبری تبدیلی مذہب سے لے کر توہینِ مذہب کے قوانین کی مختلف دفعات کے تحت مسیحی، ہندو اور دیگر مذاہب کے افراد مسلسل خطرے میں رہتے ہیں۔ چونکہ ذاتی دشمنی یا مالی مفاد کے حصول کے لیے بھی اس قانون کا غلط استعمال کیا جاتا ہے۔ توہینِ مذہب کے الزامات جن پر لگائے گئے ہیں ان میں زیادہ مسلمان ہیں مگر اقلیتیں اپنی آبادی کے تناسب کے اعتبار سے اس کا کہیں زیادہ شکار بنی ہیں۔ جماعتِ احمدیہ کے افراد، عبادت گاہیں اور قبرستان جارحیت کی زد میں ہیں۔ ریاست بلا امتیاز تمام شہریوں کے جان و مال کے تحفظ میں ناکام ہے۔

خواتین، بچوں اور صنفی اقلیتوں پر جنسی، جسمانی یا نفسیاتی تشدد:

پاکستان ڈیموگرافک اینڈ ہیلتھ سروے 2013ء کے مطابق ملک کی 32 فیصد خواتین نے زندگی کے کسی نہ کسی حصے میں جسمانی تشدد سہا ہے۔ ان دس سالوں میں حالات بہتر نہیں ہوتے نظر آئے۔ البتہ پچھلے چند سالوں میں خواجہ سرا تشدد کی نئی لہر کا سامنا کرتے دکھائی دیے۔ کئی قتل ہوئے اور کئی کے ساتھ ناروا سلوک کیا گیا۔ بدقسمتی سے یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ خواتین اور صنفی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے قانون سازی بھی جاری رہی اور اعلیٰ عدالتوں سے کئی روشن خیال فیصلے بھی سامنے آئے مگر سماج کی مخصوص پدرسری ساخت اور پچھلی کئی دہائیوں سے بڑھتی ہوئی بنیاد پرستی اور شدت پسندی نے ہمارے معاشرے کو ریاست سے بھی زیادہ قدامت پرست بنا دیا ہے۔ کسی مثبت قانون سازی کے اثرات ہمارے گھروں، بازاروں، اسکولوں، کارخانوں اور دفتروں تک نہیں پہنچے۔ دوسرا اس سے جڑا ہوا معاملہ یہ ہے کہ خواتین نے نہایت ثابت قدمی سے اپنی تعلیم اور اہلیت میں اضافہ کیا ہے اور ایک خاموش صنفی انقلاب کی داغ بیل ڈالی ہے۔ قدامت پرست حلقوں کی جانب سے اس مثبت تبدیلی کا سخت ردِ عمل (backlash) بھی ہمارے سامنے ہے۔ خواتین کے وراثت کے حق کو یقینی بنانے اور ان کی شخصی آزادیوں کے تحفظ کے لیے فوری اقدامات کی ضرورت ہے اور ایک وسیع تر سماجی تعلیمی پروگرام ترتیب دینے کی بھی ضرورت ہے۔ خواتین اور بچیوں کے خلاف ہونے والے سنگین جنسی جرائم اور جسمانی تشدد کے خاتمے کے لیے سیاسی اور قانونی تبدیلی کے ساتھ سماجی رویوں اور فکر میں تبدیلی ضروری ہے۔

جبری گمشدگیاں:

جبری گم شدگیوں کا موجودہ سلسلہ 2004ء کے لگ بھگ جنرل پرویز مشرف کے زمانے میں شروع ہوا جب مختلف اسلامی تنظیموں کے متحارب افراد اور سرگرم کارکن اغوا کیے جانے لگے۔ پھر یہی حکمتِ عملی کہیں زیادہ سُرعت سے بلوچستان اور اس وقت کے قبائلی علاقوں میں اپنائی گئی۔ بیس سال میں اس کا دائرہ پورے ملک تک پھیل گیا ہے۔ جبری طور پر کسی کو گم شدہ کرنا انسانیت سوز جرم شمار کیا جاتا ہے۔ آپ ایک فرد کو نہیں اس کے پورے خاندان، ماں، باپ، بیوی بچوں یا شوہر کو سزا دیتے ہیں۔ اس کے احباب اور اس کی کمیونٹی کو بھی۔ جبری طور پر گم شدہ افراد بازیافت بھی ہوئے ہیں، ان کی لاشیں بھی ملی ہیں اور ایسے بھی ہیں جو آج بھی لاپتا ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ریاست اس بات کو قبول کرتی ہے کہ پاکستان میں لوگوں کو جبری طور پر غائب کیا جاتا ہے۔ اسی لیے کمیشن برائے تحقیق و تفتیش جبری گم شدگی (Commission of Inquiry on Enforced Disappearances) قائم کیا گیا۔

اس کی مثال ایسی دوا کی ہے جس کا نہ کوئی فائدہ نہ نقصان۔ نقصان شاید ہو مگر فائدہ کوئی نہیں۔ کمیشن نے کوئی دو ہزار سے زائد کیسز میں تفتیش کی مگر یہ گم شدہ ہونے والوں کی اصل تعداد سے کہیں کم ہے۔ ساتھ ہی کسی پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی۔ یہ طے ہونا چاہیے کہ ریاست کے سویلین اور فوجی سیکیورٹی ادارے یہ کس کے کہنے پر کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ جبری گم شدگیوں کو قابلِ تعزیر جرم بنانے والا قانون پارلیمان سے منظور ہو اور ایسے غیر قانونی اور غیر انسانی حربوں کا استعمال بند کیا جائے۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کا یہ بھی موقف ہے اگر حکومت کو کسی پر کوئی شک ہے تو اس شہری کا یہ حق ہے کہ اسے فوری عدالت کے سامنے پیش کیا جائے اور اس کا محلِ وقوع بالکل خفیہ نہ رکھا جائے۔ ہر شہری کو غیر جانب دار اور شفاف عدالتی کاروائی سے مستفید ہونے کا دستوری حق ہے۔ اس وقت جو افراد لاپتہ ہیں انھیں فوری صحیح سلامت بازیاب ہونا چاہیے۔ انھیں مکمل قانونی تحفظ فراہم کیا جانا چاہیے اور ان ہزاروں خاندانوں کو اس اذیت سے نکالنا چاہیے جس میں انھیں مبتلا رکھا گیا۔ جبری گم شدگیوں کا معاملہ پاکستان میں چلنے والی مختلف حقوق کی تحریکوں سے منسلک ہے۔ ان میں کچھ مسلح تحریکیں ہیں سب نہیں ہیں۔ یہ زیادہ تر قومی اور علاقائی حقوق کی لیے سرگرم عمل ہیں۔ ان حقوق کی تحریکوں اور تنظیموں سے مستقل مکالمہ اور سیاسی حل کی اور تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ سیاسی مسائل کے حل سیاسی ہی ہوتے ہیں انتظامی اور عسکری حل دیرپا نہیں ہوتے۔

آزادانہ اظہارِ رائے کا حق:

پاکستان میں صحافت فلم، ریڈیو اور ٹیلی وژن کی تاریخ کی متوازی تاریخ پاکستان میں سینسر شپ کی تاریخ ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ضمیر نیازی صاحب کی کتابیں، Press in Chains, Press Under Siege, The Web of Censorship پڑھ لیں۔ ان کے دور سے اب تک یعنی اس صدی کے ربع اول میں وہی نشیب و فراز جاری ہیں۔ اس میں ایک اضافہ سماجی رابطہ کاری کے پلیٹ فارمز اور دیگر ڈیجیٹل اسپیسز کا ہوا ہے۔ آپ بحیثیت شہری، سماجی رابطہ کار یا صحافی و تجزیہ کار ریاست کے حاوی بیانیے سے گریز کرتے ہوئے بڑی مشکل سے کسی خیال کا اظہار کر سکتے ہیں۔ ورلڈ پریس فریڈیم انڈیکس کے مطابق پاکستان 180 ممالک میں 157 ویں نمبر پر ہے۔ یعنی ہمارے ہاں صحافتی آزادی کا مسئلہ سنگین ہے۔ اپریل سے ستمبر 2022ء تک چھ ماہ میں 38 واقعات ریکارڈ کیے گئے جن میں زیادہ تر میں صحافیوں کو بغاوت کے مقدمے میں گرفتار کیا گیا۔ اس عرصے میں صحافیوں نے جسمانی، لفظی یا آن لائن حملوں کا سامنا کیا۔ ان صحافیوں میں خواتین کی تعداد زیادہ ہے۔ مختلف صوبائی اور وفاقی حکومتوں نے فلموں، کتابوں اور آرٹ ورکس پر بھی پابندیاں لگانے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ کبھی اگر آپ نے فلم سازی کی حیثیت سے کسی بین الاقوامی ادارے کے لیے کچھ کام کیا ہو تو کام کی نوعیت دیکھ کر آپ کو کسی سرکاری ادارے میں سرزنش کے لیے طلب کیا جا سکتا ہے۔ صحافیوں اور فنکاروں سمیت انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی زندگیوں کے تحفظ کا مسئلہ پرانے قبائلی علاقوں یعنی موجودہ انضمام شدہ خیبر پختونخوا کے ضلعوں یا چھوٹے شہروں اور دور دراز علاقوں میں زیادہ سنگین ہے۔

معیاری تعلیم اور مناسب نشوونما کا حق:

یہ سماجی حقوق کے زمرے میں آتے ہیں۔ پاکستان کا تعلیم اور صحت کا نظام اب عوام کے لیے مشکل تر ہو گیا ہے۔ چند سال پہلے ہم نے دستور میں ترمیم کرکے پانچ سے سولہ سال تک کے تمام بچوں کے لیے دسویں تک تعلیم لازمی قرار دی اور ریاست پر فرض عائد کیا کہ وہ اس کا انتظام کرے۔ اس وقت تقریباً ہر پانچواں بچہ جو اس عمر کے حصے میں ہے اسکول نہیں جاتا۔ پاکستان آبادی کے اعتبار سے ایک نوجوان ملک ہے چناں چہ یہ تعداد کروڑوں میں جاتی ہے۔ مگر ان اعداد و شمار پر ایک سوالیہ نشان یہ بھی ہے کہ بچے دسویں جماعت سے کہیں پہلے اسکول چھوڑ دیتے ہیں اور ان کے والدین انھیں کسی کام پر لگا دیتے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم بھی اب نجی اداروں کے ذریعے امراء واشرافیہ اور متوسط طبقے کی اوپری پرتوں تک محدود ہوتی جا رہی ہے۔ طلبہ کو نہ انجمن سازی کا حق ہے اور نہ بڑھتی ہوئی فیسوں کے خلاف کوئی مظاہرہ کرنے کا۔ ان پر اس طرح لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا استعمال کیا جاتا ہے جیسے وہ عادی مجرم ہوں۔ ایک بڑی وجہ سرکار کا تعلیم میں یا یوں کہیے پبلک ایجوکیشن کی فراہمی میں کسی بھی قسم کی دلچسپی کا فقدان ہے۔ یہی بات مدرسوں کے فروغ کا ایک سبب ہے۔ وہاں طالب علموں کو خوراک اور رہائش عموماً مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ ارباب اقتدار کا جو رویہ عام بچے کی تعلیم کی طرف ہے وہی رویہ عوام کو طبی سہولیات فراہم کرنے اور بچوں کی نشوونما کی طرف ہے۔ کہیں کہیں ہمیں کچھ سہولیات سرکاری سطح پر بڑھتی نظر آتی ہیں مگر ان کی پہنچ سب تک نہیں ہے۔

آخری مسئلہ جو تعلیم سے متعلق ہے اور اگر جسمانی نہیں تو ذہنی نشوونما سے ضرور متعلق ہے وہ پاکستان میں نصاب تعلیم کا ہے۔ پچھلی حکومت نے یکساں قومی نصاب کے نام پر جس طرح علم تدریس کے اصولوں کو توڑا ہے اور نہ صرف مذہبی اقلیتوں بلکہ اسلام کے اپنے اقلیتی فرقوں کو امتیاز کا نشانہ بنایا ہے وہ ایک یک رخی اور مسخ شدہ تاریخ اور علوم پڑھنے والی نسلوں کی منفی ذہن سازی کرے گا۔ باقی پاکستان میں تو یہ نصاب نافذ ہو گیا مگر سندھ نے مزاحمت کی۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا اب سندھ پر اس نصاب کے اثرات ہوتے ہیں یا دیگر صوبے اور وفاق اس معاملے میں سندھ سے سبق لیتے ہیں۔

اعلیٰ سطح پر بھی ہماری جامعات میں تنقیدی سوچ اور سوال اٹھانے کی حوصلہ افزائی کم کم ہی کی جاتی ہے۔ مگر چند بے لوث اساتذہ اور ذہین طالب علم اس مسئلے سے نبرد آزما رہتے ہیں۔ انھیں اس کی بھاری قیمت بھی ادا کرنی پڑتی ہے۔ خواتین و حضرات، قصہ کوتاہ کرنے کا وقت آ پہنچا۔ میری عرض یہ ہے کہ پاکستان میں انسانی حقوق کی پاسداری کی جدوجہد عالمی جدوجہد سے جڑی ہوئی ہے۔ مگر یہ اپنے حالات اور تاریخ کے دائرے میں ہے اور اس لیے منفرد بھی ہے۔ انسانی حقوق غیر منقسم اور ناقابلِ تلافی ہوتے ہیں (indivisible and inalienable) اس کی تائید ہماری مشترکہ تاریخ بھی کرتی ہے۔ اس لیے شہری، سیاسی، معاشی، سماجی اور ثقافتی، تمام حقوق کے لیے بیک وقت جدوجہد ہی ہمیں کسی اگلے مقام تک پہنچا سکتی ہے۔ یہاں بڑے شد و مد سے میں ان میں فطری ماحولیاتی حقوق کی پاسداری کو بھی چھٹے زمرے کی حیثیت سے شامل کرنے پر اصرار کروں گا تاکہ اس بحران کی اہمیت اجاگر ہو۔

آج کی انسانی حقوق کی جدوجہد سماجی انصاف، معاشی مساوات، جمہوری آزادیوں اور ماحولیاتی انصاف کی مشترکہ جدوجہد ہے۔ انسانی اور ثقافتی حقوق کی پاسداری بھی اس کا حصہ ہے۔ ہمارا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ ہم اپنے پہلے سے طے شدہ خیالات پر بدلتے ہوئے حقائق کو قربان کر دیتے ہیں۔ ایک بار پھر دنیا کو سمجھنے اور مقامی اور بین الاقوامی جدوجہد کو تیز کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کام سیاسی جماعتیں اور سیاسی تحریکیں ہی کر سکتی ہیں۔ لیکن انسانی حقوق کا پورا ایجنڈا اس غیر منصفانہ عالمی نظام سے لڑنے میں ان کے بہت کام آ سکتا ہے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو یہاں کسی بھی جدوجہد کے بعد غالب کا یہ شعر یاد آتا ہے

ہر قدم دوریِ منزل ہے نمایاں مجھ سے
میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے

مگر غالب ہی کا ایک اور شعر یاد آ جاتا ہے اور آپ پھر سے اپنے کام میں منہمک ہو جاتے ہیں۔

غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش از یک نفس
برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم

یوم مئی پر محنت کشوں کے حقوق کے تحفظ کا عزم

یکم مئی 2023 کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے کارکنان نے مزدور رہنماؤں، انسانی حقوق کے دفاع کاروں اور دیگر مکتبہ ہائے فکر کے لوگوں کے ساتھ مل کر پاکستان کے مختلف علاقوں میں تقاریب، ریلیوں اور پرامن احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کیا جن میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ ذیل میں ان کی مختلف روداد بیان کی جارہی ہے۔

بلوچستان کے ضلع چمن میں یکم مئی کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، شمشاد رائٹرز فورم پاکستان کے اشتراک سے ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کا آغاز حافظ سیف الرحمن صدیق کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اجلاس سے گورنمنٹ ٹیچرز ایسوسی ایشن ضلع قلعہ عبداللہ چمن کے سابق ضلعی نائب صدر حافظ محمد صدیق مدنی، گورنمنٹ پرائمری سکول مدرسہ بحرالعلوم گھوڑا ہسپتال روڈ چمن کی تعلیمی کمیٹی پی ٹی ایس ایم سی کے وائس چیئرمین حافظ سیف الرحمان صدیق، جنرل سیکرٹری محمد فرید نثار، مولوی عبدالرزاق خادم نے گورنمنٹ پرائمری سکول مدرسہ بحرالعلوم جامع مسجد نور گھوڑا ہسپتال روڈ چمن میں مزدوروں کے عالمی دن کی مناسبت سے منعقدہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ دور میں بھی مزدوروں کے اوقات اور کم از کم اجرت کے حکومتی اعلان پر عمل نہیں کیا جارہا۔

بلوچستان کے ضلع نوشکی میں پاکستان ورکرز کنفیڈریشن کے زیراہتمام محنت کشوں کے عالمی دن کے حوالے سے مزدور رہنما احمد جان بلوچ نیشنل پارٹی کے لیبر سیکرٹری رازق زہری کی قیادت میں ریلی نکالی گئی جس میں مختلف ٹریڈ یونینوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اریگیشن آفس کے احاطے میں ریلی سے پاکستان ورکرز کنفیڈریشن کے رہنما احمد جان بلوچ نیشنل پارٹی کے رہنما فاروق بلوچ ایچ آر سی پی کے کوآڈینیٹر سعید بلوچ نیشنل پارٹی کے لیبر سیکرٹری رازق زہری، میونسپل کمیٹی ایمپلائز کے صدر ثناء اللہ بادینی، بی ایس او بچار مرکزی جوائنٹ سیکرٹری وکرم اور اپیکا کے رہنما ظہور احمد بادینی نے خطاب کیا۔

مقررین نے شہدائے شکاگو کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے انکی یاد میں ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی۔ مقررین نے کہا ملک کی ترقی اور خوشحالی میں مزدور ریڑھ کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن دوسری جانب مزدوروں کی فلاح بہبود پر حکومت اور سرمایہ داروں کی عدم توجہی باعث تشویش ہے۔

کراچی میں یوم مئی کے موقع پر مزدور رہنماؤں نے ریلوے حکام اور حکومت سی مطالبہ کیا کہ ریلوے گرانٹ، علاج معالجہ، ریٹائرڈ، بیواؤں اور حاضر سروس ملازمین کے روکے ہوئے واجبات کو فوری ادا کرنے، تنخواہیں بروقت ادا کرنے، ریلوے کی بحالی کے لیے روڈ میپ جاری کیا جائے، سفارشی اور ان ولنگ افسران کی تعیناتی کو ختم، افسران کی بڑھوتری کو کم کرنے، پارلیمانی اسپیشل کمیٹی کی طرف سے ملازمین کی بحالی اور کنفرم کرنے، کے سی آر ریلوے لائن پر کام کرنے والے ملازمین کی چار ماہ کی روکی ہوئی تنخواہیں فوری جاری کرنے، ریلوے اسٹاف کی قلت کو ختم کرنے کے لیے بھرتیاں کی جائیں اور ریلوے میں محنت کشوں کے بنیادی حق ریفرنڈم کا فوری انعقاد کیا جائے۔

سانگھڑ میں عوامی ورکرز پارٹی نے شکاگو کے محنت کشوں کی یاد میں ایم اے جناح روڈ سے پریس کلب سانگھڑ تک ریلی نکالی۔ اس موقع پر عوامی ورکرز پارٹی کے عہدیداروں نے خلیل بلوچ ایڈوکیٹ، ریاض عسکری سلیم بگٹی، میر حسن مری، بخش منگریو قیوم لانڈر، تاج مری زولفقار مغل اور دیگر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ 1880 میں شکاگو میں کارکنوں نے اپنے خون سے تاریخ لکھی جو آج بھی زندہ ہے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ریجنل دفتر ملتان نے ایک اجلاس کا اہتمام کیا تھا جس میں مزدور رہنماؤں، خواتین محنت کشوں، وکلاء برادری، اور انسانی حقوق کے کارکنان نے شرکت کی۔ شرکاء نے ملتان اور جنوبی پنجاب کے دیگر علاقوں میں محنت کشوں کے حقوق کی پامالیوں پر تشویش کا اظہار کیا اور حکومت پر زور دیا کہ وہ جنوبی پنجاب کے محنت کشوں کے برے حالات کو نظرانداز کرنے کی بجائے انہیں بہتر کرنے پر اپنی توانائیاں صرف کرے۔

سرکاری اداروں کی نجکاری کر کے مزدوروں کے حقوق کا تحفظ نہیں ہوتا جس کی وجہ سے غریب عوام ان اداروں میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ دوسری جانب ریٹائرڈ ملازمین کو حکومت کی جانب سے مقرر کردہ تنخواہیں نہ ملنے اور تعلیم وصحت کی سہولیات نہ ملنے کی وجہ سے 8 ہزار پنشن دی جارہی ہے جب کہ آدھے ملازمین کو فارغ کر دیا گیا۔ کارخانوں میں مزدوروں کو حکومت کی طرف سے مقرر کردہ اجرت کے بجائے آدھی اجرت دی جارہی ہے، مزدور طبقہ بنیادی سہولیات کے لیے جدوجہد کر رہا ہے لیکن عملہ اور ادویات کی کوئی ممکن سہولت نہیں ہے۔ اس موقع پر تعلقہ سنجھورو کے منظور علی ولد غلام علی لغاری کی بازیابی کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ انہیں علاقے کے بااثر کی ہدایت پر غائب کیا گیا۔ پولیس کے اعلی افسران کو واقعے کا نوٹس لینا چاہیے۔

ٹنڈو محمد خان میں ہائیڈرو ورکر یونین کی جانب سے احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ ریلی سے یونین چیئرمین یونس نظامانی، فیاض، عبدالرشید، عزیز میمن اور دیگر نے اپنے خطاب میں کہا کہ واپڈا کی نجکاری سے ملک کو کسی قسم کا فائدہ نہیں ہوگا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ مہنگائی کو دیکھتے ہوئے محنت کشوں کی اجرت بڑھائی جائے۔

☆☆☆

مشتعل ہجوم کا احمدی عبادت گاہ پر دھاوا، مینار اور گنبد گرا دیے

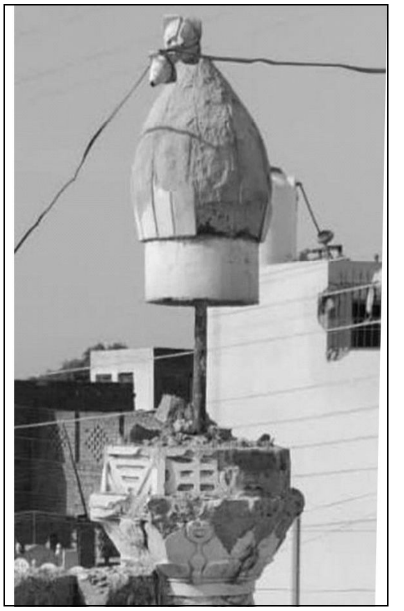

صوبہ پنجاب کے ضلع سرگودھا میں مشتعل ہجوم نے احمدیہ کمیونٹی کی عبادت گاہ پر دھاوا بول کر اس کے مینار اور گنبد گرا دیے ہیں۔ احمدیہ کمیونٹی کے ترجمان کے مطابق اس واقعے کے وقت مقامی تھانے کی پولیس بھی وہاں موجود تھی تاہم پولیس اہلکاروں نے مشتعل ہجوم کو روکنے کی کوشش نہ کی۔ تاہم سرگودھا کے ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر فیصل کامران کا کہنا ہے کہ حملہ آوروں کے خلاف درخواست موصول ہونے کے بعد مقدمہ درج کیا جا رہا ہے اور اس سلسلے میں پولیس سختی سے قانون پر عملدرآمد یقینی بنائے گی۔

کیا واقعہ پیش آیا؟

جماعت احمدیہ کے مطابق ضلع سرگودھا کی تحصیل بھیرہ کے گاؤں گھوگھیاٹ میں احمدیہ کمیونٹی کی عبادت گاہ 1905 میں تعمیر کی گئی تھی جہاں آج سے قبل کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ پولیس کے مطابق 16 اور 17 اپریل کی درمیانی شب گیارہ بجے کے قریب دو سے اڑھائی سو افراد عبادت گاہ کے باہر پہنچے جنھوں نے ہاتھوں میں ہتھوڑے اور آہنی راڈ اٹھا رکھے تھے۔ اس واقعے کی سوشل میڈیا پر وائرل ویڈیوز میں دیکھا جا سکتا ہے کہ کچھ افراد کے چہروں پر نقاب تھے اور یہ تمام افراد نعرہ بازی کر رہے تھے۔ اس دوران مجمع میں موجود چند نوجوان تیزی سے عبادت گاہ کے میناروں کے اوپر چڑھتے ہیں اور ہتھوڑوں کی مدد سے عبادت گاہ کے گنبد گرانا شروع کر دیتے ہیں جبکہ اس دوران باقی لوگ سڑک پر نعرہ بازی میں مصروف رہتے ہیں۔

’پولیس اہلکاروں کی موجودگی میں حملہ کیا گیا‘

پاکستان میں احمدیہ کمیونٹی کے ترجمان عامر محمود نے کہا ہے کہ سب سے افسوسناک بات یہ ہے کہ پولیس کی موجودگی میں احمدیہ عبادت گاہ گھوگھیاٹ پر حملہ کیا گیا اور میناروں اور گنبدوں کو توڑا گیا۔ انھوں نے کہا کہ یہ عبادت گاہ کافی قدیم ہے اور یہاں بسنے والے احمدیوں کے مقامی مکینوں کے ساتھ تعلقات ہمیشہ مثالی رہے ہیں۔ ترجمان کا کہنا ہے کہ حملہ آور کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں یہ بات پولیس بھی جانتی ہے لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ پولیس ان لوگوں کے زیر اثر ہے اور ان کے خلاف کارروائی نہیں کرنا چاہتی۔ انھوں نے کہا کہ احمدیہ کمیونٹی کی طرف سے پولیس کو درخواست دی جا رہی ہے کہ حملہ آوروں کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی جائے لیکن ہمیں خدشہ ہے کہ ہماری درخواست پر عمل نہیں کیا جائے گا اور اس پر کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی جائے گی۔

2023 میں احمدیہ کمیونٹی کے خلاف واقعات میں تیزی

احمدیہ کمیونٹی کے خلاف پاکستان میں یوں تو کئی سالوں سے اقدامات دیکھنے کو مل رہے ہیں لیکن رواں برس کے دوران ان واقعات میں تیزی آ گئی ہے اور ملک کے مختلف شہروں میں احمدیوں کی عبادت گاہوں پر حملے ہوئے ہیں۔ رواں برس دس جنوری کی رات وزیر آباد میں موتی بازار کے مقام پر احمدیہ کمیونٹی کی عبادت گاہ کے مینار توڑے گئے۔ ترجمان احمدیہ کمیونٹی کے مطابق یہ مینار خود پولیس نے توڑے تھے۔ تاہم پولیس نے اس الزام کی تردید کی ہے۔ اسی طرح 18 جنوری کو 15 سے 20 نامعلوم افراد دن تین بجے مارٹن روڈ کراچی میں سیڑھی لگا کر اندر داخل ہوئے اور سامنے کے دو میناروں کو نقصان پہنچایا۔ اطلاع پر پولیس موقع پر پہنچی تو نامعلوم افراد وہاں سے فرار ہو گئے۔ دو فروری 2023 کو صدر کراچی میں احمدیہ ہال کے میناروں کو نقصان پہنچایا گیا۔ اس کیس کی ایف آئی آر کے مطابق دس سے 15 نامعلوم افراد عبادت گاہ میں اندر داخل ہوئے احمدیہ ہال کو نقصان پہنچایا۔ اسی طرح فروری ہی کے مہینے میں نور نگر ضلع عمر کوٹ میں چند نامعلوم افراد ایک عبادت گاہ میں دیوار پھلانگ کر داخل ہوئے اور تیل چھڑک کر جماعت احمدیہ کی عبادت گاہ کو آگ لگا دی گئی۔ جس سے عبادت گاہ کے ہال میں موجود تمام صفیں اور کرسیاں وغیرہ جل گئیں۔ خیال رہے کہ 3 فروری کی ہی رات گوٹھ جاوید احمد ضلع میر پور خاص میں نامعلوم ملزمان نے مینار توڑے اور عبادت گاہ کو آگ لگائی۔ ترجمان احمدیہ کمیونٹی عامر محمود کا اس سلسلے میں کہنا ہے کہ ہجوم اور سرکاری اہلکاروں کی طرف سے احمدیوں کی عبادت گاہوں پر حملہ کرنا اور انہیں مسمار کرنا پاکستان کے آئین اور جسٹس تصدق حسین جیلانی کے فیصلے 2014 کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اسے فوری طور پر روکنا چاہیے اور مذہبی اقلیتوں کا تحفظ ہونا چاہیے۔ عامر محمود نے کہا کہ گوجرانوالہ اور وزیر آباد کے علاقوں میں دو ماہ قبل احمدیہ عبادت گاہوں پر حملوں کے واقعات کے بعد ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی ٹیم نے ان علاقوں کا دورہ کیا تھا اور اپنی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ بھی جاری کی تھی جس میں ایک مذہبی جماعت کے ساتھ ساتھ پولیس اور ضلعی انتظامیہ کو بھی ان واقعات کا ذمہ دار قرار دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ سرگودھا کی گھوگھیاٹ میں واقع عبادت گاہ کے باہر پولیس نے پہلے ہی ایک معاہدے کے تحت آہنی بورڈ لگا دیا تھا جس پر تحریر تھا ’یہ مسلمانوں کی مسجد نہیں بلکہ قادیانی جماعت کی عبادت گاہ ہے‘، پولیس کے اس عمل پر ہم نے احتجاج بھی کیا تھا کہ پولیس کو ایسا کرنے کا کوئی آئینی اور قانونی اختیار حاصل نہیں، اس کے باوجود پولیس کی نگرانی میں شرپسندوں نے ہماری عبادت گاہ پر حملہ کر کے اس کی بے حرمتی کی اور توڑ پھوڑ کی۔ انہوں نے کہا کہ سرگودھا پولیس کو احمدی کمیونٹی کے خلاف جو درخواست دی گئی اس میں یہ الزام لگایا گیا کہ عبادت گاہ کے اندر معلم بچوں کو قرآن پڑھا رہا تھا۔

’قرآن پاک کی تعلیم سے روکا تو معلم غصے میں آ گیا‘، امام مسجد کا پولیس کے روبرو دعویٰ

گھوگھیاٹ کی مرکزی جامع مسجد کے امام قاری خلیل الرحمٰن نے پولیس کو جو درخواست دی ہے اس میں الزام لگایا گیا کہ قادیانی عبادت گاہ کے اندر بچوں کو قرآن پڑھایا جا رہا تھا جس کی تعلیم وہ شرعی و قانونی طور پر نہیں دے سکتے۔ انہوں نے کہا کہ موقع پر موجود پولیس گارڈ کو اس بارے آگاہ کیا گیا تو اس نے معلم کو منع کیا، مگر معلم باز نہ آیا اور اس نے عبادت گاہ سے باہر آ کر مبینہ طور پر مجھے قتل کی دھمکیاں دیں۔ سرگودھا ضلعی انتظامیہ کے ترجمان نے موقف اختیار کیا ہے کہ یہ ایک حساس ایشو ہے جو کہ قبل ازیں ڈسٹرکٹ امن کمیٹی کے اجلاس میں زیرِ بحث آ چکا ہے اور ضلعی امن کمیٹی نے ہی متفقہ طور پر احمدیوں کی عبادت گاہ کے باہر بورڈ لگانے کی منظوری دی تھی۔ سرگودھا کے ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر فیصل کامران نے موقف اختیار کیا کہ تمام معاملات کا قانونی جائزہ لیا جا رہا ہے اور جس فریق نے بھی قانون کی خلاف ورزی کی ہے اس کے خلاف قانونی کارروائی کریں گے۔ انہوں نے بتایا کہ کہ پولیس حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتی جس سے حالات کشیدہ ہوں، تاہم ایک مذہبی جماعت کے جن کارکنوں نے احمدیوں کی عبادت گاہ پر توڑ پھوڑ کی، ان کارکنوں کے خلاف مقدمہ درج کیا جا رہا ہے۔ ’انھیں قانون کی گرفت میں لائیں گے اور تمام حملہ آوروں کو گرفتار بھی کریں گے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

پاکستان: شہری منصوبے کے لیے کسانوں کی جبری بے دخلی

اراضی کے حقوق، ماحول کے تحفظ کے لیے نوآبادیاتی دور کے قوانین میں اصلاحات لائی جائیں

(نیویارک، 11 اپریل، 2023) ہیومن رائٹس واچ نے آج اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ پاکستان کے حکام لاہور شہر کے قریب انفراسٹرکچر کے ایک بڑے منصوبے پر عملدرآمد کے لیے لاکھوں کسانوں کو زبردستی بے دخل کر رہے ہیں۔ حکام کو چاہیے کہ وہ ماحولیاتی تحفظ کو یقینی بنائیں اور نوآبادیاتی دور کے اُن قوانین میں اصلاحات کریں جو حکومت کو نجی اور عوامی استعمال کے لیے زمین کے حصول کے وسیع اختیارات سے نوازتے ہیں۔

راوی ریورفرنٹ اربن ڈویلپمنٹ پراجیکٹ (آر یو ڈی پی) کا آغاز اگست 2020 میں اُس وقت کے وزیرِ اعظم عمران خان نے کیا تھا، جنہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ لاہور کے بہت سے مسائل جیسے کہ آلودگی، نکاسیٔ آب، پانی، رہائش اور روزگار کو حل کرے گا اور اس کے ساتھ ساتھ شہر کی " کھوئی ہوئی شان" کو بحال کرے گا۔ 5 کھرب پاکستانی روپوں (7 ارب امریکی ڈالر) کا سرکاری منصوبہ، جو صوبہ پنجاب میں دریائے راوی کے ساتھ 100,000 ایکڑ سے زیادہ رقبے پر محیط ہے، پاکستان میں بنیادی ڈھانچے کے سب سے بڑے منصوبوں میں سے ایک ہے۔ مجوزہ منصوبوں کے تحت ایک کروڑ، بیس لاکھ کی آبادی پر مشتمل "دنیا کا سب سے بڑا ریورفرنٹ سٹی" تعمیر ہوگا۔

ہیومن رائٹس واچ کی ایسوسی ایٹ ڈائریکٹر پیٹریشیا گوسمین نے کہا، "پنجاب کے صوبائی حکام نے علاقے کے کسانوں کو اُن کے گھروں اور معاش سے محروم کرنے کے لیے ہراساں کیا اور دھمکیاں دیں۔" "حکام کو اس بات کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے کہ سرکاری منصوبوں سے بے دخلی اور آمدنی میں نقصانات کے کم سے کم امکانات پیدا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی نقصان اور سیلاب کے خطرات کو بھی کم کیا جائے۔"

دریائے راوی کے منصوبے پر پیش رفت کے لیے حکومت نے مطلوبہ اراضی کے حصول کے لیے نجی ڈویلپرز کے ایماء پر کارروائی کی ہے۔ اس میں سے 85 فیصد زرعی اراضی ہے جس پر تقریباً 10 لاکھ کسانوں، مزدوروں اور کاروباری مالکان کا قبضہ ہے۔ متاثرہ کسان جنہوں نے زمین پر سرکاری قبضے کی قانونی حیثیت کو چیلنج کیا ہے، انہیں سرکاری راوی اربن ڈویلپمنٹ اتھارٹی (روڈا)، صوبائی حکام، اور پراجیکٹ ڈویلپرز کی طرف سے دھونس دھمکیوں اور فوجداری مقدمات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، حالانکہ یہ قانونی چیلنجز عدالت میں زیرِ سماعت ہیں۔

ماحولیاتی تحفظ پر کام کرنے والے گروپوں نے خدشات کا اظہار کیا ہے کہ دریائے راوی کے بہاؤ کے حوالے سے منصوبے کی تجویز کردہ تبدیلیاں سیلاب کے خطرات کو نمایاں طور پر بڑھا سکتی ہیں۔ پاکستان کے صوبہ سندھ نے 2022 کے وسط میں تباہ کن سیلاب کا سامنا کیا۔

یکم فروری اور یکم مارچ 2023 کے دوران، ہیومن رائٹس واچ نے 14 کسانوں سے بات کی جنہوں نے کہا کہ اُنہیں اگست 2020 سے لاہور میں بے دخل کیا گیا ہے یا انہیں بے دخل کرنے کی دھمکیاں دی گئی ہیں۔ ساتھ ہی 8 وکلاء، ماحولیاتی حقوق کے کارکنوں اور صحافیوں سے بھی گفتگو کی گئی۔

لاہور، پاکستان میں دریائے راوی منصوبے کے گردونواح میں ایک کسان کھیت میں بھیڑیں چرا رہا ہے۔ دسمبر 8، 2021

2020 سے، حکام نے 100 سے زیادہ کسانوں کے خلاف فوجداری مقدمات درج کیے ہیں۔ ان کے خلاف مزاحمت کرنے یا زمین کا قبضہ نہ چھوڑنے کا الزام ہے۔ کسانوں کے بیانات اور بعض تصاویر اور ویڈیو سے یہ شواہد ملے ہیں کہ کسانوں کو بے دخل کرنے کے لیے انہیں دھمکیاں دی گئیں، ہراساں کیا گیا اور طاقت کا استعمال کیا گیا۔ تاہم، متاثر ہونے والے یا زبردستی بے دخل کیے گئے لوگوں کی صحیح تعداد کا تعین کرنا مشکل ہے۔ کسانوں کی نمائندگی کرنے والے گروپس بھی صحیح تعداد کا تعین نہیں کر سکے۔

جنوری 2022 میں عدالتِ عالیہ لاہور نے دریائے راوی کے منصوبے کو غیر آئینی قرار دیا۔ عدالت نے کہا کہ منصوبے سے زمین کے زبردستی حصول، بے دخل ہونے والوں کو معاوضہ دینے کے عمل اور منصوبے کے ماحولیاتی اثرات کے جائزے سے متعلق ملکی قوانین کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ اگلے مہینے عدالتِ عظمیٰ نے عدالتِ عالیہ لاہور کے فیصلے کو جزوی طور پر کالعدم قرار دے دیا اور حکومت کو صرف اُس زمین پر ترقیاتی کام جاری رکھنے کی اجازت دی جو اُس نے پہلے سے حاصل کر رکھی تھی اور جس کے لیے اُس نے معاوضہ ادا کیا تھا۔

کسانوں اور کارکنوں نے الزام لگایا ہے کہ عدالتِ عظمیٰ کے حکم کے باوجود ڈیولپمنٹ اتھارٹی نے زمینوں پر قبضے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ نومبر 2022 میں انہوں نے عدالتِ عظمیٰ کے فیصلے کے اطلاق کے لیے عدالتِ عالیہ میں درخواست دائر کی۔ ڈیولپمنٹ اتھارٹی نے کسانوں کو زبردستی بے دخل کرنے کی تردید کی ہے۔

اکتوبر 2022 میں، ڈیولپمنٹ اتھارٹی نے کم از کم نو کسانوں کے خلاف فوجداری مقدمات درج کیے، یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ اُنہوں نے وہ زمینیں اور مکانات حکومت کے حوالے کرنے سے انکار کیا اور مزاحمت کی تھی جو حکومت نے قانونی طریقے سے حاصل کیے تھے۔ کسانوں نے اس کو چیلنج کرتے ہوئے کہا ہے کہ اُنہوں نے زمین دینے کے لیے رضامندی ظاہر نہیں کی تھی اور حکومت سے انہیں کوئی معاوضہ نہیں ملا تھا۔

ایک کسان نے ہیومن رائٹس واچ کو بتایا کہ اس کا خاندان تین نسلوں سے اِس زمین پر رہ رہا ہے اور حکومت نہ صرف انہیں زبردستی بے دخل کر رہی ہے بلکہ مناسب معاوضہ دینے سے بھی انکار کر رہی ہے۔ ایک 60 سالہ کسان جن کی زمین پر قبضہ کر لیا گیا تھا، نے کہا، "حکومت کہتی ہے کہ وہ ایک نیا شہر بنانا چاہتے ہیں، لیکن انہیں ایک نیا شہر بنانے کے لیے ہمارے پہلے والے شہر اور زندگیوں کو تباہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

دریائے راوی کے علاقے میں، جیسا کہ پاکستان کے زیادہ تر دیہی علاقوں میں ہوتا ہے، کھیتی باڑی خاندانوں اور برادریوں کے لیے معاشی بقا کے لیے مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ جب کسان خاندان اپنی روزی روٹی سے محروم ہو جاتے ہیں تو اس کے نتائج اکثر دور رس ہوتے ہیں۔ زمین کاشت کرنے اور فصلیں فروخت کرنے کی صلاحیت کے بغیر، کسانوں کو عام طور پر ملازمتوں پر مجبور

کیا جاتا ہے، جس کے لیے ان کے پاس مہارت کی کمی ہوتی ہے اور وہ بہت کم آمدنی پیدا کرتے ہیں، اور یہ چیز بالآخر انہیں غربت کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک کسان نے کہا: "حکومت ایسی زرخیز زمین پر قبضہ کر رہی ہے جو نہ صرف کسانوں کے لیے بلکہ پورے لاہور شہر کے لیے خوراک مہیا کرتی ہے اور اس کی جگہ کنکریٹ کا جنگل لگا رہی ہے، جس سے صرف سرکاری افسران، پراپرٹی ڈویلپرز اور امیر لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے۔"

ہیومن رائٹس واچ نے ایسے کئی کسانوں کے انٹرویوز کیے جن کی زمین اور روزی روٹی چھین لی گئی ہے، اور اب وہ بے یارومددگار اور غیر محفوظ ہیں۔ جب پاکستان نئے انفراسٹرکچر کو ترقی دینے کا سوچتا ہے تو اسے اس بات کو یقینی بنانے کی ضرورت بھی ہے کہ وہ اپنے شہریوں کے زمین اور معاش کے حقوق کا تحفظ کرے۔

گوسمین نے کہا، "پاکستانی حکام کو اراضی کے حصول سے متعلق نوآبادیاتی دور کے قوانین میں فوری طور پر اصلاح کرنے کی ضرورت ہے تا کہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ یہ قوانین منصفانہ، شفاف اور پاکستان کی بین الاقوامی ذمہ داریوں کے عین مطابق ہوں"۔ "حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ زمین کے نقصان کی تلافی کرے اور بے گھر ہونے والوں کی دوبارہ آبادکاری اور بحالیِ نو کا بندوبست کرے۔"

اضافی معلومات اور تفصیلات کے لیے، براہ مہربانی درج ذیل ملاحظہ کریں

پاکستان پر ہیومن رائٹس کی رپورٹنگ کے لیے، براہ مہربانی ملاحظہ کریں

https://www.hrw.org/asia/pakistan

مزید معلومات کے لیے، براہ مہربانی رابطہ کریں:

برسلز میں، پیٹریشیا گوسمین (انگریزی)

(Whatsapp)+32-472-982-925;

+1-347-322-8638

یا

gossmap@hrw.org

ٹویٹر

@pagossman:

سڈنی میں، ایلین پیرسن (انگریزی)

(Mobile): +61-400-505-186

یا

pearsoe@hrw.org

ٹویٹر

@pearsonelaine:

واشنگٹن میں، ڈی سی جان سفٹن (انگریزی)

(Mobile): +1-646-479-499

یا

siftonj@hrw.org

ٹویٹر

@johnsifton:

اراضی کے قوانین، حقوق سے متعلق عالمی معیارات اور ماحولیاتی مسائل

حصولِ اراضی قانون 1894 اور جبری بے دخلیاں

برطانوی نوآبادیاتی حکومت نے "عوامی مقاصد" کی خاطر زمین حاصل کرنے کے لیے حصولِ اراضی قانون 1894 نافذ کیا۔ نوآبادیاتی دور کے قانون کے تحت پاکستانی حکام کو نہ صرف سرکاری منصوبوں کے لیے بلکہ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ اور نجی کمپنیوں سمیت دیگر اداروں کے لیے بھی زمین حاصل کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ قانون حکومت کو یہ فیصلہ کرنے کا تقریباً مکمل اختیار دیتا ہے کہ اس دائرہ کار میں کیا آتا ہے اور ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو بے گھر کرنے کا اختیار بھی حکومت کو حاصل ہے۔

ایکٹ کے تحت، ایک بار جب حکومت یہ فیصلہ کر لیتی ہے کہ "عوامی مقاصد" کے لیے زمین کی ضرورت ہے تو زمین کے مالک کے پاس زمین کی ملکیت منتقل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ کسان صرف مناسب معاوضے کے لیے تگ و دو کر سکتے ہیں۔ قانون بے دخل ہونے والوں کے لیے روزی روٹی کے نقصان کی تلافی نہیں کرتا، اور نہ ہی حکومت سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ بے گھر ہونے والوں کو دوبارہ آباد کرے اور ان کی بحالیِ نو کرے۔ ہیومن رائٹس واچ کو معلوم ہوا ہے کہ اکثر پیش کردہ نقد معاوضہ ناکافی ہوتا ہے اور منڈی کے نرخ کے مطابق نہیں ہوتا ہے۔

ہیومن رائٹس واچ سے بات کرنے والے زیادہ تر کسانوں نے جو بے دخلی کے خلاف مزاحمت کر رہے ہیں، نے کہا کہ انہیں نامناسب معاوضہ ملا یا کوئی معاوضہ ادا نہیں کیا گیا ہے۔ حکومت نے کہا ہے کہ اس نے زمین کے 70 فیصد مالکان کو ادائیگی کر دی ہے اور جن زمینداروں کو تحفظات ہیں انہیں اپنا دعویٰ کرنے کا موقع ملے گا۔

پاکستان میں انسانی حقوق کے گروپوں کے پاس حصولِ اراضی قانون کے تحت کیے گئے ترقیاتی منصوبوں میں حکام کی جانب سے دھمکیوں، ضرورت سے زیادہ طاقت کے استعمال اور ڈرانے دھمکانے کے دستاویزی ثبوت ہیں۔ دریائے راوی کے منصوبے میں، عدالتوں نے جبری بے دخلی کے انفرادی دعووں پر فیصلہ نہیں دیا اور اس کے بجائے قواعد و ضوابط کی پاسداری کرنے کے اصول جاری کیے ہیں۔

ناکافی معاوضہ

پاکستان کا آئین جائیداد اور زمین کے حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ آرٹیکل 23 کہتا ہے کہ "ہر شہری کو آئین اور عوامی مفاد میں قانون کی طرف سے عائد کردہ کسی معقول پابندی کے تابع رہتے ہوئے پاکستان کے کسی بھی حصے میں جائیداد حاصل کرنے، رکھنے اور استعمال کا حق حاصل ہوگا۔" آئین یہ بھی کہتا ہے کہ "ماسوائے اس کے کہ قانون اس کی اجازت دیتا ہو کسی بھی شخص کو اس کی جائیداد سے جبری طور پر محروم نہیں کیا جائے گا۔" اس میں کہا گیا ہے کہ " کوئی جائیداد لازمی طور پر حاصل نہیں کی جائے گی نہ ہی اس پر قبضہ کیا جائے گا ماسوائے کسی عوامی مقصد کے لیے اور قانون کی اتھارٹی کے ذریعے، جو اس کا معاوضہ فراہم کرے گی، اور یا تو معاوضے کی رقم طے کرے گی یا اصول اور طریقہ کار وضع کرے گی جس کے تحت معاوضے کا تعین کیا اور معاوضہ ادا کیا جائے گا۔"

ان آئینی تحفظات کے باوجود، حصولِ اراضی قانون منڈی میں رائج معاوضے کے تعین کے لیے کوئی معیار فراہم نہیں کرتا اور ادا کیے گئے معاوضے کے مناسب ہونے کے حوالے سے سنگین خدشات پائے جاتے ہیں۔

عدالتیں، جو انتظامی کارروائیوں کے طریقہ کار اور اصولوں کا باقاعدگی سے جائزہ لیتی ہیں، روایتی طور پر ریاستی اداروں کی طرف سے بیان کیے گئے عوامی مقصد کے جواز کی موزونیت اور قانونی حیثیت کا جائزہ لینے میں ہچکچاہٹ کا شکار رہی ہیں۔

مارچ 2022 میں پاکستان کی عدالتِ عظمیٰ نے کہا:

اراضی کے حصول کا قانون اپنی فطرت کے اعتبار سے ایک غاصب قانون ہے اور کسی فرد کو اس کی جائیداد اور اس سے منسلک تمام حقوق سے بڑی آسانی سے محروم کر دیتا ہے۔ لہذا، عوامی مقصد کے لیے حصول سے متعلق نوآبادیاتی مقصد اور قانون کی تشریح آج بھی اس طرح سے جاری و ساری ہے کہ اس کے بدلے فرد کو جائیداد رکھنے کے حق سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ اس تناظر میں، ایسا لگتا ہے کہ اراضی حاصل کرنے والے محکمے کی جانب سے معاوضے کے تعین کے لیے منصفانہ طرزِ عمل اختیار کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔

37 سالہ شبیر جو کہ ایک کسان ہیں اور چند ایکڑ اراضی پر کاشتکاری کرتے ہیں جو کہ رُوڈا کے حصول کے لیے مختص کی گئی ہے، نے ہیومن رائٹس واچ کو بتایا:

ہمیں ہمارے گھروں سے، ہماری زمینوں سے بے دخل کرنے کے علاوہ، ہمیں ہماری زمین کا حقیقی معاوضہ بھی نہیں دیا جا رہا۔ حکومت معاوضے کی رقم مقرر کرنے کے لیے زمین کی پرانی قیمتوں کا استعمال کر رہی ہے۔ میرے کھیت کی قدر نہ صرف زمین ہے بلکہ اس پر اُگنے والی فصلوں کی قیمت بھی ہے جو میرے خاندان کی آمدنی کا ذریعہ ہے

رحیم، ایک 58 سالہ کسان جس کے پاس دریائے راوی کے کنارے زمین ہے، جس پر ان کا خاندان تین نسلوں سے رہتا ہے اور کاشت کرتا ہے، نے کہا:

معاوضہ ایک مذاق ہے۔ حکومت ہماری زندگیوں اور معاش

کی جو قیمت لگاتی ہے وہ مضحکہ خیز ہے۔ منڈی کے نرخ کا حساب لگانے کا کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔ وہ ہماری زمینوں پر قبضہ کرتے ہیں جو ایکڑوں میں ہے اور اونچی عمارتیں بنائیں گے جنہیں وہ فی گز کے نرخ/ قیمت پر فروخت کریں گے۔

منصوبے کی وجہ سے بے دخلی کا سامنا کرنے والے متعدد کسانوں کی نمائندگی کرنے والے وکیل فہد ملک نے کہا کہ زمین کے حصول کے لیے قانون میں موجود دفعات کی " آئینی جمہوریت میں کوئی جگہ نہیں ہے":

مجوزہ "عوامی مقصد" جس کے لئے زمین حاصل کی جا رہی ہے، کی موزونیت یا اثرات کا تعین کرنے کے معاملے میں زمین کے مالکان کے اثر رسوخ یا مؤقف کی اہمیت نہ ہونے کے برابر ہے اور حقیقت میں وہ صرف معاوضے کی رقم پر سوال اٹھا سکتے ہیں... بین الاقوامی ذمہ داریوں اور آئینی تحفظات کے پیشِ نظر، عوامی مقصد کا مناسب جواز پیش کیے بغیر ریاست ضمانت شدہ بنیادی حقوق کی پامالی کرتے ہوئے زبردستی زمین حاصل نہیں کر سکتی۔

ملک کا دعویٰ ہے کہ حصولِ اراضی قانون "ان میں سے کسی بھی اصول پر پورا نہیں اترتا اور اسے مکمل طور پر تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔"

انسانی حقوق کے عالمی معیارات اور جبری بے دخلیاں

حصولِ اراضی قانون کی دفعات جبری بے دخلی کی اجازت دیتی ہیں اور تلافی کے لیے طریقہ کار کی عدم موجودگی عالمی قانون کے تحت بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے مترادف ہے۔

اقوامِ متحدہ کے سابق کمیشن برائے انسانی حقوق کے مطابق "زبردستی بے دخلی" سے مراد "افراد، خاندانوں اور/ یا برادریوں کو اُن کی مرضی کے خلاف گھروں اور/ یا زمینوں سے مستقل یا عارضی طور پر ہٹایا جانا ہے جن پر وہ قابض ہیں، قانونی یا دیگر قسم کے تحفظ کی فراہمی اور اس تک رسائی کے بغیر۔ کمیشن نے تصدیق کی کہ جبری بے دخلی "انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی" ہے۔

اقوامِ متحدہ کی اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق کی کمیٹی، جو اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق کے عالمی میثاق جس کا پاکستان فریق ہے، کی مستند تشریحات فراہم کرتی ہے، اپنے عمومی تبصرہ نمبر 26 میں کہتی ہے کہ "جبری بے دخلیاں بظاہر میثاق کے تقاضوں سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

حکومتوں کو چاہیے کہ وہ ہر ایک کو مناسب مدت کے لیے تحفظ فراہم کرے جو جبری بے دخلی کے خلاف قانونی تحفظ کی ضمانت دیتا ہو۔ میثاق حکومتوں پر یہ فرض عائد کرتا ہے کہ وہ زمین استعمال کرنے والوں کے جائز مدتی حقوق میں مداخلت نہ کریں، خاص طور پر اُس زمین سے مکینوں کو بے دخل نہ کیا جائے جس پر اُن کی اپنی روزی روٹی منحصر ہے۔

حکام صرف ایسے قانون کے تحت بے دخلی کر سکتے ہیں جو انسانی حقوق کے معیارات پر پورا اترتے ہوں جو حکومت کے جائز مقصد اور بے دخل کیے جانے والوں پر پڑنے والے نتائج کے درمیان معقولیت اور تناسب کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوں۔ اس جائز مقصد کو حاصل کرنے کے لیے بے دخلی کم سے کم مانع اقدام ہونا چاہیے، اور عوامی فلاح و بہبود کے فروغ کا متاثرہ افراد پر منفی اثرات مرتب نہیں ہونے چاہیے

مناسب رہائش کے حق سے متعلق اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندے نے جبری بے دخلیوں کو "بین الاقوامی سطح پر تسلیم شدہ انسانی حقوق بشمول مناسب رہائش، خوراک، پانی، صحت، تعلیم، کام، افراد کی حفاظت کے انسانی حقوق، ظالمانہ، غیر انسانی اور ذلت آمیز سلوک سے آزادی، اور نقل و حرکت کی آزادی کے انسانی حقوق۔ کی سنگین خلاف ورزیاں قرار دیا ہے۔

ترقی پر مبنی بے دخلیوں اور نقل مکانی سے متعلق اقوام متحدہ کے بنیادی اصولوں اور رہنما خطوط کے تحت، معاوضہ فراہم کرنے کے علاوہ، حکام کو اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ بے دخل افراد یا گروہوں کو خوراک، صاف پانی وصفائی، بنیادی رہائش، ضروری طبی سہولیات، اور بچوں کی تعلیم تک "محفوظ اور باحفاظت" رسائی حاصل ہو۔

ماحولیاتی مسائل

غیر سرکاری ادارے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے لاہور کنزرویشن سوسائٹی کے نتائج کا حوالہ دیتے ہوئے دریائے راوی کے منصوبے کو موسمیاتی، ماحولیاتی اور مالی طور پر ناقابلِ عمل قرار دیا ہے۔ نتائج یہ تھے کہ دریا میں مجوزہ تبدیلیاں ماحولیاتی اعتبار سے ناپائیدار ہیں۔ ماحولیاتی ماہرین کا کہنا ہے کہ دریا پر بیراجوں اور دیگر ڈیموں کی تعمیر اور کھیت کی زمین کو پختہ علاقوں میں تبدیل کرنے سے پانی کی سطح اوپر کی سطح میں اضافہ ہوسکتا ہے اور سیلاب کے امکانات بڑھ سکتے ہیں۔

راوی اربن ڈیولپمنٹ اتھارٹی نے اس بات کی تردید کی ہے کہ یہ منصوبہ ناپائیدار ہے، اور دعویٰ کیا ہے کہ اس منصوبے سے "سرسبز علاقے" میں اضافہ ہوگا اور اس میں "ماحولیاتی تالاب، دلدلی زمینیں، اور جنگلی حیات کے محفوظ مقامات" شامل ہیں۔ اتھارٹی نے ماحولیاتی اثرات کا جائزہ (ای آئی اے) لیا تھا، لیکن حقوق کے کارکنوں اور وکلاء نے ای آئی اے کی ساکھ پر سوال اٹھائے ہیں کیونکہ یہ ایک غیر رجسٹرڈ ماحولیاتی کنسلٹنٹ کے ذریعہ کیا گیا تھا۔

پاکستان میں بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں کے لیے غیر معیاری ماحولیاتی جائزوں کی ایک تاریخ ہے، اور پاکستان ماحولیاتی تحفظ ایجنسی نے 2017 میں ای آئی اے کنسلٹنٹس سے رجسٹر ہونے کا تقاضا کیا۔ جون 2021 کے ایک اخباری مضمون کے مطابق، ممتاز ماہرینِ ماحولیات، ماہرین سماجیات، اور وکلاء نے منصوبے پر تنقید کی، یہ مشاہدہ کرتے ہوئے کہ جائزے کے باوجود ماحولیاتی وسائل پر اس منصوبے کے "طویل مدتی اور ناقابلِ تلافی" اثرات مرتب ہوں گے۔

ہیومن رائٹس واچ نے کہا کہ شہری ترقی کی خاطر زرعی اراضی کے حصول کے لیے حکومت کا بلا روک ٹوک اختیار پاکستان میں غذائی تحفظ کے لیے سنگین مضمرات کا حامل ہوسکتا ہے۔ پاکستان کو پہلے ہی غذائی تحفظ کے مسائل کا سامنا ہے جو بڑھتی ہوئی مہنگائی اور موسمیاتی تبدیلیوں کے باعث مزید بڑھ گئے ہیں۔ لاہور کے بڑے علاقے میں، زراعت کے لیے استعمال ہونے والی زمین کا فیصد 1972 میں 54 فیصد سے کم ہو کر 2009 میں 35 فیصد رہ گیا ہے۔ تازہ ترین اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں، لیکن 2009 کے بعد تیزی سے شہری آبادی میں ترقی کے پیشِ نظر زرعی زمین میں مزید کمی کا امکان ہے۔

رُوڈا کے لیے زرعی اراضی کے حصول سے متعلق ایک فیصلے میں، عدالتِ عالیہ لاہور نے کہا:

صرف ناگزیر حالات میں ہی زمین کا زیرِ کاشت ٹکڑا حاصل کیا جا سکتا ہے اور اگر ایسا کرنا لازم ہو تو پھر قانون کے ذریعے مختص کیے جانے والے ایک مناسب علاقے، اور زیرِ کاشت لائے جانے والے علاقے کے تعین کے لیے قانونی طریقہ کار موجود ہونا چاہیے تاکہ غذائی تحفظ کا توازن خراب نہ ہو۔

پاکستان عالمی فوڈ سیکیورٹی انڈیکس میں 113 ممالک میں 80 ویں نمبر پر ہے اور فوڈ سیفٹی اسکور 43.5 ہے جو 60.4 کے اوسط اسکور سے کم ہے۔ اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کو اپنے غذائی تحفظ کے لیے زرعی اراضی اور زیرِ کاشت زمین کے نقصان کو کم کرنے کے لیے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کرنے ہوں گے۔

طاہر، ایک کسان جو سبزیاں اگاتا ہے اور اب اسے رُوڈا منصوبے کی وجہ سے ممکنہ بے دخلی کا سامنا ہے، نے نہ صرف علاقے کے کسانوں کے لیے بلکہ لاہور کے آس پاس کے لوگوں کے لیے اپنی تشویش کا اظہار کیا:

یہ علاقہ لاہور کی خوراک کی ٹوکری ہے اور پورے لاہور کے علاقے کے لیے سبزیاں اور دیگر فصلیں مہیا کرتا ہے۔ اب ہم سب کو بے دخل کر دیا جائے گا اور لاہور کے آس پاس کوئی اور جگہ نہیں ہے جہاں ہم دوبارہ کاشتکاری شروع کر سکیں، کیونکہ وہاں مناسب مقدار میں زرخیز زمین دستیاب نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ ہمیں دیا جانے والا معاوضہ بہت کم ہے۔ اس کے نتیجے میں، صرف ہم ہی نہیں بلکہ لاہور کے زیادہ تر لوگ خوراک کے لیے مشکل صورتِ حال سے دوچار ہوں گے کیونکہ اُنہیں پھل، سبزیاں اور فصلیں دور دراز مقامات سے لانی ہوں گی اور اس کے لیے زیادہ قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ہیومن رائٹس واچ)

ملازمین کا بلاجواز برطرفیوں کے خلاف احتجاج

حیدرآباد حیدرآباد میونسپل کارپوریشن کے کنٹریکٹ ملازمین نے 17 سالوں سے نوکریاں کرنے کے باوجود مستقل نہ ہو پانے اور نوکریوں سے بلاجواز نکالنے جانے کے خلاف 20 مارچ 2023 کو حیدرآباد پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا اور حیدرآباد میونسپل کارپوریشن انتظامیہ کے خلاف نعرے بازی کی۔اس موقع پر رہنماؤں نے کہا کہ کنٹریکٹ پر ملازمت کرنے والے اقلیتی سینیٹری ورکرز کو دسمبر 2022 کو بغیر کسی تحریری نوٹس زبانی حکم پر برطرف کردیا گیا ہے۔جبکہ ملازمین عرصہ دراز سے مستقل/ ریگولر ہونے کے منتظر تھے۔علاوہ ازیں مذکورہ ملازمین کو حکومت سندھ کے محکمہ محنت وافرادی قوت کی جانب سے جاری کردہ کم ازکم اجرت کے نوٹیفکیشن کے مطابق ماہوار تنخواہ 25000 پچیس ہزار روپے ادا کرنے کے بجائے 19000 انیس ہزار روپے ادا کی جارہی ہے۔ستم ظریفی یہ ہے کہ حیدرآباد میونسپل کارپوریشن کی انتظامیہ کی جانب سے ان کے جائز وقانونی حقوق کی فراہمی کے بجائے سینکڑوں سینیٹری ورکرز کو بے روزگار کردیا گیا ہے، جس کی وجہ سے متاثرہ ملازمین اوران کے معصوم بچے کسمپرسی، فاقہ کشی، اورشدید ذہنی اذیت میں مبتلا ہیں۔مظاہرین نے چیف جسٹس آف پاکستان، سپریم کورٹ آف پاکستان کے تحت اقلیتوں کے حقوق پر عملدرآمد کے لیے بنائے گئے ڈاکٹر شعیب سڈل کمیشن، وزیراعلی سندھ سید مرادعلی شاہ، وزیر بلدیات حکومت سندھ سید ناصرحسین شاہ، وزیر محنت وافرادی قوت حکومت سندھ سعید غنی، چیف سیکریٹری حکومت سندھ، وسیکریٹری بلدیات حکومت سندھ سے مطالبہ کیا ہے کہ حیدرآباد میونسپل کارپوریشن کی انتظامیہ کی جانب سے غیر قانونی طور پر برطرف کیے گئے غریب کنٹریکٹ ملازمین کی نہ صرف بحالی بلکہ انہیں مستقل/ ریگولر کرنے کیلئے اپنا عملی کردار ادا کریں تاکہ سینکڑوں بے روزگار ملازمین اس اذیت، تکلیف اور پریشانی سے نجات حاصل کرسکیں۔

(بوٹا امتیاز)

فائرنگ سے صحافی قتل

چنیوٹ 5 اپریل کو تھانہ سٹی کے علاقہ میں ایک صحافی قتل کردیا گیا۔غفور آباد ریلوے پھاٹک کے قریب نجی چینل کے رپورٹر راجہ نواز کو خاتون نازیہ دختر سارنگ نے فائرنگ کر کے قتل کردیا۔عورت نے خود کو بھی فائر مار کر زخمی کرلیا، زخمی نازیہ کو ہسپتال منتقل کردیا گیا۔ڈسٹرکٹ پرنٹ میڈیا ایسوسی ایشن رجسٹرڈ چنیوٹ کے چیئرمین پیرزادہ اقبال حسین، صدر چوہدری عثمان حیدر آرائیں سینئر نائب صدر کاشف سرور، جنرل سیکرٹری گلزار احمد ولہ رائے سیکرٹری اطلاعات شیخ جہانگیر احمد چنیوٹی و دیگر ممبران صحافیوں، رانا عارف علی، سلمان خان، خالد محمود پیرزادہ، رانا وقاص احمد کاوش، ملک احسان الٰہی حسرت۔سیف علی خان نے نجی چینل کے رپورٹر راجہ نواز ماہی کے قتل کی پرزور الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ راجہ نواز ماہی کے قاتلوں کو بے نقاب کیا جائے۔

(سیف علی خان)

نوجوان اور عمر رسیدہ شخص کی نعش برآمد

نوشہروفیروز نوشہروفیروز کے نواحی علاقہ ابڑان مائنر سے 35 سالہ نوجوان کی تشدد زدہ لاش برآمد جبکہ پڈعیدن روڈ نوشہروفیروز مسافرخانہ سے معمر شخص کی لاش برآمد ہوئی ہے۔تفصیلات کے مطابق نواحی علاقہ ابڑان مائنر میں نہر میں تیرتی لاش دیکھ کر اہلِ علاقہ نے پولیس کو اطلاع دی جس پر پولیس نے پہنچ کر لاش نہر سے نکلوا کر اسپتال منتقل کردی، جہاں پر متوفی کی شناخت 35 سالہ نوجوان سہاگ ولد بادل ڈیپر کے نام سے ہوئی ہے جو گاؤں علی نواز ڈیپر کا رہائشی ہے، ابتدائی رپورٹ کے مطابق نوجوان پر سخت تشدد کے بعد قتل کیا گیا ہے، پولیس نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ مقتول کو پرانی دشمنی کی بنا پر قتل کرکے لاش نہر میں بہائی، واقع کی تفتیش شروع کردی گئی ہے اصل حقائق جلد سامنے لائے جائیں گے۔دوسرے واقع میں نوشہروفیروز پڈعیدن روڈ پر واقع مسافرخانہ سے پولیس کو ایک 65 سالہ معمر شخص کی ملنے والی لاش کو اسپتال کے مردہ خانہ میں منتقل کردیا گیا، پولیس کے مطابق متوفی کی شناخت تھاروشاہ کے رہائشی وزیر سومرو کے نام سے ہوئی ہے ورثہ کو اطلاع کردی گئی ہے۔

(الطاف حسین قاسمی)

چمن میں امن وامان کی مخدوش صورتحال

چمن چمن شہر میں امن وامان کی صورتحال ایک بار پھر خراب ہوگئی ہے۔طور پل کے علاقے میں ڈکیتی کے دوران مزاحمت پر ڈاکوؤں کی فائرنگ سے علاؤالدین نامی نوجوان شہید ہوگیا ہے جبکہ ڈاکوؤں نے نوجوان کو شہید کرنے کے بعد اس کا موٹرسائیکل بھی ساتھ لے گئے۔نئی آبادی، محمود آباد، گلدار باغیچہ، بائی پاس روڈ، کالج روڈ، سپین چوک، رنگین چوک اور جلات چوک میں ڈاکوؤں نے درجنوں شہریوں کو لوٹ لیا ہے، جو موٹرسائیکل اور موبائل فونز سمیت نقدی سے محروم ہوگئے ہیں۔امن وامان کی مخدوش صورتحال پر ڈسٹرکٹ بارکونسل نے آج عدالتوں کا مکمل بائیکاٹ کا اعلان کیا ہے۔صدر ڈسٹرکٹ بارکونسل سمیع اللہ اچکزئی نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ریجنل کوآرڈینیٹر محمد صدیق مدنی کو بتایا کہ وکلاء آج عدالتوں میں پیش نہیں ہونگے اس سلسلے میں تمام عدالتوں کو سرکلر جاری کیا جائیگا۔ان کا کہنا ہے کہ انتظامیہ رمضان المبارک میں شہریوں کو تحفظ دینے میں ناکام نظر آرہی ہیں امن وامان کو بہتر نہیں کیا گیا تو احتجاج کے طریقہ کار کو وسعت دی جائیگی۔

(محمد صدیق مدنی)

خشک ہوتے کنویں

خیبر قبائلی ضلع خیبر کے علاقہ لنڈی کوتل کی اسمابی بی کئی میل دور سے گھر کے لئے پانی لاتی ہیں۔وہ کہتی ہیں کہ ابھی دو تین سال پہلے کی بات ہے کہ ہمارے گھر میں کنواں ہر وقت پانی سے بھرا رہتا تھا۔اس کنویں سے نہ صرف ہماری ضروریات پوری ہوتی تھیں بلکہ آس پاس کے گھروں کی خواتین بھی باآسانی پانی لے جاتی تھیں۔اب کنواں مکمل طور پر خشک ہو چکا ہے جس سے ہماری زندگی بالکل بدل گئی ہے۔لنڈی کوتل میں پانی کا مسئلہ روز بروز گھمبیر ہوتا جارہا ہے جبکہ حکومت کی جانب سے مسئلے کے حل کے لئے کوئی اقدامات نظر نہیں آرہے۔مقامی لوگوں کے مطابق درجنوں کنویں خشک ہو چکے ہیں اور خواتین دور دراز کے علاقوں سے سروں پر پانی لانے پر مجبور ہیں۔30 سالہ اسما بتاتی ہیں کہ ایسے یا اس سے ملتے جلتے حالات آج کل لنڈی کوتل میں تقریباً ہر گھرانے کو درپیش ہیں۔علاقے میں بارشوں کی کمی کے باعث زیر زمین پانی کی سطح روز بروز گرتی جارہی ہے۔اسما بی بی کے گھر کے کنویں کی طرح سینکڑوں کنویں خشک ہو چکے ہیں اور دیگر سینکڑوں خشک ہونے کے قریب ہیں۔علی مسجد کے پرانے منصوبے کو دوبارہ کارآمد بنانے، چھوٹے بارانی ڈیمز بنوانے اور شلمان واٹر سپلائی سکیم کے ذریعے پانی کا مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے مگر یہاں قبائلی علاقوں میں مسائل حل کرنا حکمرانوں کی ترجیحات نہیں رہی ہیں۔

(مسعود شاہ)

لوگوں کو اٹھا کر غائب کیا جا رہا ہے

باڑہ ملک دین خیل قومی کونسل کے چیئرمین ہاشم خان آفریدی نے کہا ہے کہ ضلع خیبر اور خاص کر تحصیل باڑہ میں گزشتہ ایک عرصے سے بغیر ایف-آئی-آر اور ماورائے عدالت سی ٹی ڈی کی سرپرستی میں دھڑا دھڑ بے گناہ افراد لاپتہ ہو رہے ہیں اور مذکورہ ادارہ شہریوں کو اٹھانے اور لاپتہ کرنے میں ملوث ہے۔ان خیالات کا اظہار انہوں نے عبدالرزاق کے حجرے میں منعقدہ افطار پارٹی سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔انہوں نے کہا کہ ملک دین خیل قومی کونسل نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ عیدالفطر کی چھٹیوں کے فوری بعد ملک دین خیل قومی کونسل کے زیر نگرانی باڑہ پریس کلب میں لاپتہ افراد کے موضوع پر ایک سیمینار منعقد کیا جائے گا جس میں تحصیل باڑہ کی تمام سیاسی اور سماجی تنظیموں بشمول باڑہ سیاسی اتحاد کو دعوت دی جائے گی۔انہوں نے سیمینار کا مقصد بتاتے ہوئے کہا کہ سیمینار میں باڑہ سے تعلق رکھنے والے تمام سٹیک ہولڈرز کو ایک پلیٹ فام پر اکٹھا کر کے علاقے میں بغیر ایف آئی آر اور ماورائے عدالت افراد لاپتگی کی روک تھام کیلئے ایک متفقہ لائحہ عمل طے کیا جائے گا۔انہوں نے کہا کہ ہماری نااتفاقی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تحصیل باڑہ میں رہائش پذیر تمام قبیلوں کے شہری اغواء اور لاپتہ ہو رہے ہیں جبکہ اسکے برعکس دوسرے علاقوں میں اسطرح کی صورتحال نہیں ہے۔انہوں نے کہا کہ تمام تر اقدامات قانون اور آئین کے دائرے میں رہ کر اٹھائے جائیں گے۔اجلاس میں میڈیا سے روابط استوار کرنے کے لئے چھ رکنی کمیٹی بھی تشکیل دی دی گئی۔

(منظور آفریدی)

بارودی مواد پھٹنے سے نوجوان ہلاک

اورکزئی آج اپر تحصیل ضلع اورکزئی کے گاؤں ڈبوری اغل علی خیل میں دو بھائیوں عبدالجلیل اور شاہ نب ولد عبدالمجید کو کھیت میں کوئی چیز ملی جو کہ بارودی مواد تھا، گھر لانے پر پھٹ گیا جس سے عبدالجلیل شہید ہو گیا جب کہ شاہ نب بُری طرح زخمی ہو گیا۔اہل علاقہ کا کہنا ہے کہ کچھ دن پہلے اس طرح بارودی مواد ایک اسکول کے نزدیک بھی پھٹا تھا۔حکومت سے اپیل ہے کہ اس علاقے کو مائنز، دیسی ساختہ دھماکہ خیز ڈیوائس (IEDs) اور دیگر بارودی مواد سے صاف کیا جائے۔مذکورہ خاندان بہت غریب ہے انکے ساتھ مالی امداد کی بھی اپیل کی جاتی ہے۔

(مسعود شاہ)

10 ماہ گزر گئے، ریلوے پُل کی تعمیر اب تک التوا کا شکار

.... بلوچستان اور پنجاب میں ترقی اور خوشحالی کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ لاہور میں 27 کلومیٹر میٹرو بس سروس کے لیے لاہور شہر کے اندر پلوں کے ذریعے 9 ماہ کے قلیل عرصے میں پروجیکٹ پایہ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے اس وقت میاں شہباز شریف وزیراعلیٰ پنجاب تھے اور اب میاں شہباز شریف وزیراعظم پاکستان کے عہدے پر فائز ہے 9 ماہ قبل سیلابی ریلے میں بولان میں ہرک کے قریب ریلوے کے پل کا ایک حصہ متاثر ہو گیا تھا لیکن 10 ماہ کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی پل کی عدم تعمیر سوالیہ نشان ہے اور اس سے بلوچستان کی ترقی اور خوشحالی کا پنجاب سے بخوبی موزانہ کیا جاسکتا ہے گزشتہ تین ماہ سے پنجاب سے آنے والی ٹرینیں مچ تک آتی ہیں وہاں سے آنے والے مسافروں کو بذریعہ سڑک کوئٹہ لایا جاتا ہے اور اسی طرح پنجاب جانے والے مسافروں کو کوئٹہ سے مچ تک بزریعہ سڑک لایا جاتا ہے شاید دنیا کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال ملتی ہو جس کی وجہ سے مسافروں بالخصوص خواتین، بچوں، مریضوں اور عمر رسیدہ افراد کو انتہائی مشکلات مالی مصائب اور وقت کے ضیاع سے دوچار ہونا پڑتا ہے ریلوے کے وفاقی وزیر سعد رفیق ریلوے کو فعال کرنے کے لیے اچھی شہرت بھی رکھتے ہیں۔انہوں نے اپنے دور میں ریلوے کو فعال بنانے کے لیے بہتر حکمت عملی سے بہتری بھی لانے میں کامیاب ہوئے لیکن بلوچستان میں وفاقی وزیر ریلوے سعد رفیق بلوچستان میں بولان کے علاقے ہرک میں ایک پل کی تعمیر کی تاخیر پر کیوں خاموشی اختیار کر رکھی ہے ۔ ہرک پل بلوچستان کو پنجاب، کے پی کے اور سندھ سے ملانے والا پل ہے۔

پنجاب، سندھ اور کے پی کے سے بلوچستان اور تینوں صوبوں کے لیے مالبرداری بھی ٹرین کے ذریعے ہوتی ہے 10 ماہ کے طویل عرصہ سے ٹرینوں کی بندش سے جہاں ریلوے کو بڑے نقصان سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے دوسری جانب بلوچستان کے تاجروں اور زمینداروں کو بذریعہ سڑک مالبرداری کی وجہ سے مشکلات اور مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اسکے اثرات مہنگائی کی صورت میں بلوچستان کے غریب عوام کو بھگتنا پڑ رہا ہے اور عالمی سطح پر بھی پاکستان کی ساکھ متاثر ہو رہی ہے پاکستان کو ایران ترکی اور یورپ کو ملانے والی ریلوے ٹریک جو نوشکی دالبندین نوکنڈی اور تفتان سے گزرتی ہے ریلوے حکام کی عدم توجہی کے باعث زبوں حالی سے دوچار ہے ریلوے ٹریک پر واقع تمام ریلوے اسٹیشن عدم توجہی کے باعث کھنڈرات کی شکل اختیار کر چکے ہیں ریلوے ٹریک کی حالت قابل رحم ہے جس کی وجہ سے مالبردار ٹرینیں انتہائی کم رفتار سے چلتی ہیں اس ریلوے ٹریک کو بین الاقوامی معیار کے مطابق بنا کر پاکستان ایران ترکی اور یورپ سے تجارتی مقاصد کے لیے بروئے کار لاتے ہوئے پاکستان کو معاشی طور پر مستحکم کر کے ترقی اور خوشحالی کے راہ پر گامزن کرتے ہوئے پاکستان کے عوام کو سفر کی بہتر سہولیات دی جاسکتی ہیں ریلوے ٹریک کو فعال بنانے سے روزگار کی فراہمی بلوچستان کے عوام کے احساس محرومی کے خاتمے کے ساتھ برادر اسلامی ممالک ایران اور ترکی سے تجارتی تعلقات مزید مستحکم ہو سکتے ہیں اس مقصد کے حصول کے لیے چیئرمین سینٹ میر محمد صادق سنجرانی حکومت کے اتحادی بی این پی کے سربراہ سردار اختر جان مینگل جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمان کو بھی اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے دوسری جانب بلوچستان کو سندھ سے ملانے والی شاہراہ پر 10 ماہ سے پنجرہ پل بھی سیلابی ریلے کی نذر ہو گیا لیکن ستم ظریفی کا مقام ہے اس شعبے میں بھی بلوچستان کے ساتھ امتیازی طریقہ کار اپنایا گیا ہے 10 ماہ کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی ہنوز پنجرہ پل کی تعمیر کا کام شروع نہ کرنا باعث تشویش ہے مواصلات کے وفاقی وزیر مفتی اسدالرحمان کا تعلق جمعیت علماء اسلام سے ہیں۔

بلوچستان میں جمعیت علماء اسلام بڑی سیاسی قوت ہے لیکن نہ جانے کن وجوہات کی بنا پر بلوچستان میں مواصلات کے شعبے میں عدم توجہی سوالیہ نشان ہے اس شاہراہ پر روزانہ گھنٹوں ٹریفک جام ہونا روز کا معمول بن چکا ہے جس کی وجہ سے مسافروں اور مالبردار گاڑیوں کے ڈرائیوروں کو مشکلات مالی مصائب اور وقت کے ضیاع سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ بلوچستان کوئٹہ کراچی شاہراہ کوئٹہ ژوب شاہراہ کو دورویہ بنانے کے منصوبوں پر انتہائی سست روی سے کام ہو رہا ہے اس وقت چیئرمین سینٹ کا تعلق اور وفاقی کابینہ میں جمیعت علمائے بی این پی اور اتحادی جماعتوں کی بھرپور نمائندگی ہے پاکستان کی 75 سالہ تاریخ میں بلوچستان کو وفاق اتنی بڑی نمائندگی نصیب ہوئی ہے اگر اب بھی بلوچستان کی پسماندگی اور زیادتیوں کے ازالے کے لیے عملی اقدامات نہیں کیے گئے تو پھر تاریخ ہمیں معاف نہیں کرے گی اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں اور سیاست دانوں کو بلوچستان کی ترقی اور خوشحالی کے عملی اقدامات کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

(محمد سعید بلوچ)

سیکورٹی فورسز کی موجودگی میں مسلح شدت پسند کی آمد تشویش کا باعث

تیراہ وادی تیراہ باغ میدان میں سیکورٹی فورسز کی موجودگی میں مسلح شدت پسند تنظیم کی گشت اور باغ بازار میں شدت پسندوں کا راکٹ لانچروں کے ساتھ آمد پر میدان باغ کے سیاسی اور کاروباری لوگوں نے شدید ردعمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے باغ مرکز میں احتجاجی مظاہرہ کیا ہے۔ پیر کے روز لر باغ ملک دین خیل میں مظاہرین کی سرپرستی کرتے ہوئے جمعیت العلمائے اسلام ضلع خیبر کے سینئر رہنماء مولانا حضرت خان نے مظاہرین سے اپنے خطاب میں حکومت کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ تیراہ میں کسی کو بھی امن خراب کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، جبکہ مسلح جتھوں کی تیراہ باغ مرکز جیسے علاقے میں گشت کرنا اور اسلحہ لہرانا تیراہ میں موجودہ سیکورٹی فورسز اور مقامی انتظامیہ کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے۔ انہوں نے کہا کہ تیراہ میں فورسز اور انتظامیہ امن قائم کرنے میں بُری طرح ناکام ہوچکی ہیں اس لئے اب ان کا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے اور ہمارے ٹیکسوں پر پلنے والے ہمارے محافظ نہیں رہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ تیراہ میں موجود سیکورٹی اداروں اور قانون نافذ کرنے والوں پر علاقائی عوام کا اعتماد ختم ہو چکا ہے اس لئے یہ لوگ یہاں سے اپنا بوری بستر گول کر کے واپس چلے جائیں اور تیراہ کے عوام کو مزید سیکورٹی کے نام پر لوٹنے کی کوشش نہ کریں۔ انہوں نے گزشتہ روز مقامی شدت پسند تنظیم کے درجنوں مسلح لوگوں کی باغ میدان میں داخل ہونے پر شدید برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حکومتی ادارے تیراہ کے عام لوگوں کے ساتھ سیکورٹی کے نام پر سخت رویہ اپنائے ہوئے ہیں جبکہ جگہ جگہ غیر ضروری تلاشیوں سے لوگوں کو تنگ کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں لیکن اس کے برعکس غیر متعلقہ لوگوں کو پروٹوکول کے ساتھ ہمارے پُرامن علاقے میں لاکر حالات کو بدامنی کی طرف لیجانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ فورسز نے عرصہ دراز سے ہمارے قومی مدارس اور مساجد پر بھی قبضہ کر رکھا ہے اور بار بار قبضہ چھڑوانے کی درخواستیں دیں لیکن ابھی تک ہمارے مقدس مقامات کو یرغمال بنائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عنقریب آفریدی قبائل کے مشران سے مشاورت کے بعد تیراہ میں جان بوجھ کر حالات کشیدہ بنانے والوں کے خلاف ایک ٹھوس لائحہ عمل تیار کیا جائے گا اور احتجاج کا یہ دائرہ کار تمام آفریدی اقوام تک بڑھایا جائے گا۔

(منظور آفریدی)

طلبہ کتابوں سے محروم

خیبر ضلع خیبر تحصیل باڑہ میں گورنمنٹ گرلز ہائی سکول عالم گودر کے طلبہ کو ابھی تک کتابیں نہیں ملیں، چھٹیوں کے بعد سکول دوبارہ کھول گئے ہیں اور سکول میں داخلہ مہم بھی شروع ہوگئی ہے لیکن سکول میں طلبہ تا حال کو کتابوں سے محروم ہیں۔ پچھلے سال بھی سکول میں کتابیں نہیں ملی تھیں جس کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ متاثر ہوا تھا والدین نے محکمہ تعلیم سے مطالبہ کیا ہے کہ اس سال کی کتابیں طلبہ کو فراہم کی جائیں تاکہ تعلیمی سرگرمیاں متاثر نہ ہوں۔

(مسعود شاہ)

غیرت کے نام پر دوہرے قتل کا وقوعہ

میانوالی قاسم نامی شخص نے اپنی سگی بہن ناہید اختر شاء اللہ اور عثمان ولد محمد جان لکی مروت کو غیرت کے نام پر قتل کر دیا۔ ملزم فرار پولیس کرائم یونٹ اور فرانزک ٹیموں کے ذریعے شواہد اکھٹے کیے جارہے ہیں۔ مقتولین کی نعشوں کو پوسٹ مارٹم کیلئے ڈی ایچ کیو ہسپتال منتقل کر دیا گیا، مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی گئی تھی۔

(محمد رفیق)

بارودی سرنگیں صاف کرنے کی اپیل

جنوبی وزیرستان یہ علاقہ گاؤں محسود آباد تحصیل شکتوئی جنوبی وزیرستان ہے۔ یکم فروری 2012 کو پاک آرمی کی 20 رجمنٹ جس کے کرنل اصغر خان نیازی تھے، نے یہاں مقامی لوگوں کے گھر قبضے میں لے لیئے اور گھر مالکان کو کہا گیا کہ ہمیں یہ گھر تین ہفتوں کے لیئے چاہیے۔ تین ہفتے بعد ہاؤس ہولڈرز قبائلی مالکان کے ہمراہ ایک جرگہ بنا کر آرمی کے پاس گئے تو انہوں نے 3 مہینے کی مہلت مانگی اور ایک انگلش کا کنٹریکٹ مالکان اور ہاؤس ہولڈرز سے سائن کروایا؟ جب تین مہینے بعد دوبارہ گئے تو آرمی نے کنٹریکٹ نکال کر کہا آپ لوگوں نے اپنی مرضی سے گھر دیے ہیں، ہم اسکا کرایہ دیں گے باقی یہ گھر ہمارے قبضے میں ہی رہیں گے۔ اب جب کے ہاؤس ہولڈرز واپس گئے ہیں تو وہاں گھروں اور مساجد کے مٹیریل سے مورچے بنائے گئے مگر سب سے تشویشناک بات یہ ہے کہ یہاں پر بہت سارے لینڈ مائنز پلانٹ کئے گئے ہیں۔ اہل علاقہ اور ہم پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ اس محدود جگہ کو لینڈ مائنز سے فوری طور پر صاف کیا جائے۔ یہ گھر ایمار خیل اور کراچخیل محسود قبیلے کے ہیں۔

(نامہ نگار)

خواجہ سراء اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے متحرک

سانگھڑ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق (این سی ایچ آر) حکومت پاکستان اور پیس اینڈ جسٹس نیٹ ورک کے نمائندگان کے ہمراہ سانگھڑ کے ٹرانسجینڈر شازیہ فقیر، بے بی شاہ اور مہک فقیر نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق سانگھڑ کے رابطہ کار محمد ابراہیم خلجی سے ملاقات کی اور ان سے ٹرانس جینڈرز کے مسائل اور ان کے حل کے تدارک کے لیے جاری کوششوں میں بھرپور معاونت کرنے کیلیے زور دیا۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) سانگھڑ کے ساتھیوں سے میٹنگ کے بعد ٹرانس جینڈرز کی محکمہ سماجی بہبود، محکمہ تحفظ نسواں، محکمہ اطلاعات، ڈپٹی کمشنر سانگھڑ، ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن، پریس کلب سانگھڑ سمیت ڈیزاسٹر مینجمنٹ سانگھڑ کے ذمہ داران سے ملاقاتیں کرائی گئیں۔ اس موقع پر ٹرانس جینڈرز کی سہولت کار تنظیم ہاری ویلفیئر ایسوسی ایشن کے صدر اکرم خان خاصخیلی، شہزادعلی، ایچ آر سی پی نواب شاہ کے کوآرڈینیٹر آصف البشر خان نے مختلف اسٹیک ہولڈرز کے ساتھ میٹنگ کے دوران بتایا کہ سانگھڑ کے ٹرانس جینڈرز اور اداروں کے مابین باہمی رابطوں کے فقدان کی وجہ سے ٹرانس جینڈرز کو شدید سماجی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اداروں تک ان کی رسائی کی رہنمائی کے لئے ہاری ویلفیئر ایسوسی ایشن کے توسط سے قومی کمیشن برائے انسانی حقوق (NCHR) اور پیس اینڈ جسٹس نیٹورک کے تعاون سے کوششیں کی جاری ہیں اس موقع پر ٹرانس جینڈر رفیلو شازیہ فقیر نے بتایا کہ ٹرانس جینڈر ایک ایسا طبقہ ہے جو فی زمانہ شدید بدحالی، مایوسیوں میں مبتلا اور شدید احساس محرومیوں کا شکار ہے۔ شناختی کارڈ سرکاری دستاویز میں ان کی شناخت کے طریقہ کار، سماجی بہبود کے اداروں تک رسائی اور رجسٹریشن جیسے مراحل سمیت ڈیزاسٹرز کی صورتحال میں ان کی انسانی ہمدردی کے تحت مدد کی فراہمی کے مسائل درپیش ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ ضلع سانگھڑ کے تمام ٹرانس جینڈرز کو ایک صف میں اکھٹا کیا جائے۔ ان کی رجسٹریشن اور ایک جداگانہ شناخت کو موثر بنانے کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم اور سماجی سسٹم سے جوڑا جائے۔ شازیہ فقیر نے مزید بتایا کہ وہ سانگھڑ میں ٹرانس جینڈرز کی مشکلات کو حل کرنے کیلیے ڈیٹا تیار کر کے ان تک امدادی رسائی کو آسان بنانے کیلیے سہل کاری کی جائے گی جس کیلیے تمام اداروں سے ان کا ڈیٹا شیئر کیا جائے گا تاکہ انہیں سوشل سسٹم کا حصہ بنایا جاسکے۔

(محمد ابراہیم خلجی)

جعلی پولیس مقابلہ، نوجوان کو گولی ماردی

نواب شاہ 18 اپریل کو تھانہ بالو جا قاباء پولیس نے قوت گویائی وسماعت سے محروم نوجوان مسرور مری کو گولیاں مار کر شدید زخمی کر دیا جسے پولیس اہلکار موبائل میں ڈال کر سول اسپتال نوابشاہ علاج کیلئے پہنچے پولیس نے الزام عائد کیا ہے کہ مذکورہ نوجوان نے پولیس پر فائرنگ کی جسکے جواب میں پولیس نے بھی فائرنگ کردی اور بعد ازاں سخت پولیس مقابلے کے بعد نوجوان مسرور مری کو زخمی حالت میں گرفتار کیا گیا ہے۔ مذکورہ پولیس مقابلے کی اطلاع ملتے ہی گاؤں بہادر خان مری اور آس پڑوس کے دیگر گاؤں والوں نے احتجاج کرتے ہوئے مہران ہائی وے پر دھرنا دے دیا جس کے باعث ٹریفک کا نظام بری طرح معطل ہو گیا زخمی کے ورثاء اور گاؤں والوں نے پولیس پر الزام عائد کیا کہ مزکورہ مقابلہ جعلی ہے اور سراسر ظلم ہے تھانے کا ہیڈ محرر انکی برادری اور گاؤں والوں کیلئے عذاب بنا ہوا ہے مظاہرین نے پولیس اہلکاروں کیخلاف کارروائی تک دھرنا جاری رکھنے کا عزم کیا اس دوران پولیس کے دو DSP مظاہرین سے مزاکرات کرتے اور ناکام ہوتے رہے بعد ازاں SSP امیر سعود مگسی نے سخت نوٹس لیتے ہوئے تھانے کی ہیڈ محرر دلیپ کمار اوڈھ کو ملازمت سے برخاست اور SHO سمیت دیگر عملے کی معطلی کے احکامات جاری کئے مزکورہ احکامات کی کاپی مظاہرین کو موصول ہونے پر مظاہرین نے 20 گھنٹے بعد دھرنا ختم کردیا۔ جعلی پولیس مقابلے میں زخمی گونگا بہرہ نوجوان مسرور مری کو تاحال سول اسپتال نوابشاہ میں طبی امداد دی جارہی ہے۔ جس نے اشاروں میں میڈیا کے نمائندگان کو بتایا کہ پولیس نے اسے عیدی خرچی کے چکر میں روکا میں نے مزاحمت کی اور شور شرابہ کیا تو پولیس اہلکار نے مجھ پر گولیاں چلادی جس سے ایک گولی مجھے ٹانگ میں لگی ہے طبی امدادفراہم کرنے والے ڈاکٹروں کے مطابق گولی انتہائی قریب سے ماری گئی ہے جس سے اس کی ٹانگ سے کافی خون بہہ گیا ہے۔ (آصف البشر خان)

ہاری خاندانوں کی بازیابی

عمرکوٹ 14 اپریل کو کنری پولیس نے سیشن جج عمر کوٹ کی ہدایات پر منور نامی زمیندار کے زمینوں پر چھاپہ مارا اور وہاں سے کئی ہاریوں کو بازیاب کروایا۔ بازیاب ہونے والوں میں تین، مرد، تین عورتیں اور 11 بچے شامل تھے۔ ان سے زمیندار کے کھیتوں میں جبری مشقت کروائی جارہی تھی۔

(اوکھومنروپ)

نام میں 'سید' ہونے پر احمدی وکیل پر مقدمہ

کراچی نام میں 'سید' ہونے پر سینئر احمدی وکیل کے خلاف دوبارہ مقدمہ درج کرنے کے بعد پولیس نے گرفتار کرلیا۔ احمدیوں کے خلاف مضحکہ خیز مقدمات سے وطن عزیز عالمی برادری میں بدنام ہو رہا ہے۔ احمدیوں کے خلاف امتیازی قوانین ختم کرتے ہوئے بنیادی انسانی حقوق بحال کیے جائیں: ترجمان جماعت احمدیہ پاکستان چناب نگر پر کراچی کے تھانہ سٹی کورٹ میں ایک احمدی وکیل سید علی احمد طارق پر زیر نمبر 23 / 54 مقدمہ درج کر کے گرفتار کرلیا گیا کہ ان کے نام میں "سید" آتا ہے۔ واضح رہے کہ گذشتہ سال مذکورہ تھانے میں ہی اسی الزام کے تحت زیر نمبر 2023 / 172 زیر دفعہ 298PPC34 / C / B ان کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا تھا۔ سید علی احمد طارق سپریم کورٹ آف پاکستان کے ایک سینیئر وکیل ہیں اور ایک طویل عرصہ سے احمدیوں کے خلاف قائم ہونے والے بے بنیاد مقدمات میں بطور وکیل پیش ہو رہے ہیں۔ ان کی عمر 77 سال ہے اور وہ آرڈیننس 20 کے اجراء سے اب تک گذشتہ 39 سال سے اس نوعیت کے مقدمات میں لاتعداد احمدیوں کے مقدمات کی پیروی کر چکے ہیں۔ آج 27 اپریل کو وہ کراچی کی سٹی کورٹ میں پیش ہو رہے تھے کہ مخالف فریق نے ان پر اور ان کے جونیئر وکیل پر حملہ کر کے مار پیٹ کی اور سید علی احمد طارق کو زبردستی تھانے لے گئے۔ پولیس نے بجائے ان کی دادرسی کرنے کے الٹا انہی کے خلاف مقدمہ درج کر کے انہیں گرفتار کر لیا۔ ترجمان جماعت احمدیہ پاکستان نے سید علی احمد طارق کو احمدیوں کے خلاف مقدمات کی پیروی سے روکنے کے لئے مار پیٹ اور ان کے خلاف بے بنیاد اور مضحکہ خیز مقدمات درج کرنے کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس طرح کے مقدمات سے عالمی برادری میں وطن عزیز کا نام گہنا رہا ہے اور ایک ایسے دیس کا تاثر ابھر رہا ہے جہاں مذہبی شدت پسندی میں آئے روز اضافہ ہو رہا ہے۔ ترجمان نے کہا کہ سید علی احمد طارق کے خلاف ایک ہی نوعیت کے الزام میں اسی تھانے میں انہی دفعات کے تحت مقدمہ درج کر کے قانون کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سید علی احمد طارق کے خلاف بے بنیاد مقدمہ فوری خارج کر کے انہیں رہا کیا جائے اور ان کے خلاف مار پیٹ کرنے والے غنڈہ عناصر سے قانون کے مطابق مطابق نمٹا جائے۔

(نامہ نگار)

چوری کا الزام لگا کر تشدد کیا

عمرکوٹ مکانی پمپ عمرکوٹ کا رہائشی نوجوان منظور نوتکانی بڈو کپری میں واقع اپنی بہن کے گھر جارہا تھا کہ راستے میں کپری برادری کے لگ بھگ 10 افراد نے اس پر حملہ کیا، اور اسے اٹھا کر ایک کمرے میں بند کر کے تشدد کا نشانہ بنایا۔ حملہ آوروں نے وقوعے کی ویڈیو بھی بنائی جس میں متاثرہ نوجوان کو تشدد کرتے دیکھا جاسکتا ہے۔ حملہ آوروں نے الزام لگایا کہ منظور نوتکانی نے ان کی چوری کی تھی جبکہ متاثرہ نوجوان اور اس کے خاندان کا کہنا ہے کہ یہ الزام بے بنیاد ہے۔ پولیس نے واقعے کا نوٹس لے کر ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کرلیا تھا۔

(اوکھومنروپ)

مدرسہ میں پیش امام، اس کے طالب علم کی کمسن بچے کے ساتھ اجتماعی جنسی زیادتی

خانیوال 30 اپریل کو اتوار کی صبح، مدرسہ جامعہ الحسبیبہ کے سربراہ نے نوسالہ بچے کو تشویشناک حالت میں گھر چھوڑ دیا، اور اسے خبردار کیا کہ اگر اس نے واقعے کے بارے میں کسی کو بتایا تو اسے سخت نتائج بھگتنا پڑیں گے۔ تاہم، بچے نے اپنے چچا، غلام عباس نے بچے سے خون بہنے کے متعلق پوچھا تو بچے نے اسے افسوس ناک واقعے کے بارے میں بتایا۔ عزیز آباد بستی کا رہائشی نابالغ لڑکا گزشتہ ایک سال سے مدرسہ میں مقیم تھا اور قرآن حفظ کررہا تھا۔ اس کی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا اور اس کے والد دماغی صحت کے مسائل کی وجہ سے اس کی دیکھ بھال نہیں کرسکتے تھے۔ ڈان کی خبر کے مطابق، پولیس نے دونوں مشتبہ افراد کے خلاف مقدمہ درج کرلیا ہے۔ بچوں کے تحفظ پر کام کرنے والی ایک این جی او ساحل کی رپورٹ کے مطابق، پاکستان میں روزانہ 12 سے زائد بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی ہوتی ہے اور 2022 کے دوران پاکستان میں بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے 4,253 واقعات رپورٹ ہوئے۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں بچوں سے جنسی زیادتی، اغوا، گمشدگی اور بچوں کی شادیوں سے متعلق 4,253 واقعات رپورٹ ہوئے۔ کل رپورٹ ہونے والے واقعات میں سے 2,325 متاثرین لڑکیاں (55 فیصد) اور 1,928 (45 فیصد) لڑکے تھے۔ 2022 میں بچوں کے ساتھ زیادتی کے واقعات میں پچھلے سال سے 33 فیصد اضافہ دیکھا گیا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ Dissent Today)

انسانی حقوق کے عالمی دن

جنوری

27 جنوری ہولوکاسٹ کے متاثرین کی یاد میں دعائیہ تقریب کا عالمی دن

فروری

4 فروری کینسر کا عالمی دن

6 فروری خواتین کے تولیدی اعضاء کو کاٹنے کی ممانعت کا عالمی دن

13 فروری ریڈیو کا عالمی دن (یونیسکو)

20 فروری سماجی انصاف کا عالمی دن

21 فروری مادری زبان کا عالمی دن (یونیسکو)

مارچ

یکم مارچ امتیاز کے خاتمے کا دن (یواین ایڈز)

3 مارچ جنگلی حیات کا عالمی دن

8 مارچ خواتین کا عالمی دن

15 مارچ اسلاموفوبیا کے خلاف قرارداد

15 مارچ صارفین کے حقوق کا عالمی دن

20 مارچ خوشی کا عالمی دن

21 مارچ نسلی امتیاز کے خاتمے کا عالمی دن

21 مارچ شاعری کا عالمی دن (یونیسکو)

21 مارچ نوروز کا عالمی دن

21 مارچ پیدائشی ذہنی معذوری کا عالمی دن

21 مارچ جنگلات اور درخت کا عالمی دن

22 مارچ پانی کا عالمی دن

23 مارچ موسمیات کا عالمی دن (ڈبلیو ایم او)

24 مارچ تپ دق کا عالمی دن

24 مارچ انسانی حقوق کی کھلی خلاف ورزیوں سے متعلق حقائق کو جاننے کے حق اور متاثرین کی عزت نفس کا عالمی دن

25 مارچ غلامی اور غلاموں کی سمندر پار تجارت کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن

25 مارچ عملے کے زیر حراست اور لاپتہ اراکین سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

اپریل

2 اپریل خودفکری سے آگاہی کا عالمی دن

4 اپریل کانوں سے متعلق آگاہی اور کانوں سے متعلقہ کارروائیوں میں معاونت کا عالمی دن

6 اپریل ترقی اور امن کے لیے کھیل کا عالمی دن

7 اپریل روانڈا کے قتل عام کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن

7 اپریل صحت کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)

12 اپریل خلا میں انسانی پرواز کا عالمی دن

22 اپریل مادرارض کا عالمی دن

23 اپریل کتاب اور حق اشاعت کا عالمی دن

23 اپریل انگریزی زبان کا عالمی دن

25 اپریل ملیریا کا عالمی دن۔(ڈبلیو ایچ او)

26 اپریل ایجاد کے حقوق کا عالمی دن (وپیو)

28 اپریل دوران ملازمت سلامتی اور صحت کا عالمی دن

29 اپریل کیمیائی جنگ کے تمام متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن

30 اپریل جاز (موسیقی) کا عالمی دن

مئی

3 مئی آزادی صحافت کا عالمی دن

8-9 مئی دوسری جنگ عظیم میں جاں بحق ہونے والے افراد کو یاد کرنے اور ان سے یکجہتی کا دن

10-11 مئی نقل مکانی کرنے والے پرندوں کا عالمی دن (یواین ای پی)

13 مئی ''ویساک'' پورے چاند کا عالمی دن

15 مئی کنبوں کا عالمی دن

17 مئی ٹیلی مواصلات اور معلوماتی اداروں کا عالمی دن (آئی ٹی یو)

21 مئی بحث مباحث اور ترقی کے لیے ثقافتی تنوع کا عالمی دن

22 مئی حیاتیاتی تنوع کا عالمی دن

23 مئی زچگی کے دوران پیدا ہونے والے گھاؤ کے خاتمے کا عالمی دن

29 مئی اقوام متحدہ کے امن فوجی دستوں کا عالمی دن

31 مئی تمباکو نوشی کی ممانعت کا عالمی دن

جون

یکم جون والدین کا عالمی دن

4 جون جارحیت سے متاثرہ معصوم بچوں کا عالمی دن

5 جون ماحول کا عالمی دن (یواین ای پی)

8 جون سمندروں کا عالمی دن

12 جون چائلڈ لیبر کے خلاف عالمی دن

14 جون خون کا عطیہ دینے والوں کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)

15 جون بزرگوں سے ناروا سلوک سے آگاہی کا عالمی دن

17 جون زمین کے صحرابُر دہونے اور خشک سالی پر قابو پانے کا عالمی دن

20 جون مہاجرین کا عالمی دن

23 جون اقوام متحدہ کا خدمات عامہ کا دن

23 جون بیواؤں کا عالمی دن

25 جون ملاحوں کا عالمی دن (آئی ایم او)

26 جون ادویات کے غلط استعمال اور غیر قانونی نقل وحمل کے خلاف عالمی دن

26 جون تشدد کے متاثرین کی حمایت میں اقوام متحدہ کا عالمی دن

جولائی

5 جولائی تعاون کنندگان کا عالمی دن (جولائی کا پہلا ہفتہ)

11 جولائی آبادی کا عالمی دن

18 جولائی نیلسن منڈیلا کا عالمی دن

28 جولائی ہیپاٹائٹس کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)

30 جولائی دوستی کا عالمی دن

30 جولائی انسانی سمگلنگ کے خلاف عالمی دن

اگست

9 اگست دنیا بھر کے مقامی افراد کا عالمی دن

12 اگست نوجوانوں کا عالمی دن

19 اگست انسانیت پسندی کا عالمی دن

23 اگست غلاموں کی تجارت کی یاد آوری اور اس کے خاتمے کا عالمی دن (یونیسکو)

29 اگست جوہری تجربات کے خلاف عالمی دن

30 اگست جبری گمشدگیوں کے متاثرین کا عالمی دن

ستمبر

5 ستمبر خیرات کا عالمی دن

8 ستمبر خواندگی کا عالمی دن (یونیسکو)

12 ستمبر اقوام متحدہ کا جنوب۔جنوب اشتراک کا دن

15 ستمبر جمہوریت کا عالمی دن

16 ستمبر اوزون کی تہہ کے تحفظ کا عالمی دن

21 ستمبر امن کا عالمی دن

25 ستمبر ساحلی علاقوں کا عالمی دن (ستمبر کا آخری ہفتہ)

26 ستمبر جوہری ہتھیاروں کے مکمل خاتمے کا عالمی دن

27 ستمبر سیاحت کا عالمی دن (یواین ڈبلیو ٹی او)

اکتوبر

یکم اکتوبر معمر افراد کا عالمی دن

2 اکتوبر عدم تشدد کا عالمی دن

5 اکتوبر اساتذہ کا عالمی دن (یونیسکو)

6 اکتوبر جائے پیدائش کا عالمی دن (اکتوبر کا پہلا سوموار)

9 اکتوبر ڈاک کا عالمی دن

11 اکتوبر بچیوں کا عالمی دن

13 اکتوبر آفات میں کمی کا عالمی دن

15 اکتوبر دیہی خواتین کا عالمی دن

16 اکتوبر خوراک کا عالمی دن (ایف اے او)

17 اکتوبر غربت کے خاتمے کا عالمی دن

24 اکتوبر اقوام متحدہ کا دن

24 اکتوبر ترقی سے متعلق معلومات کا عالمی دن

27 اکتوبر سماعتی وبصری ورثے کا عالمی دن (یونیسکو)

نومبر

2 نومبر صحافیوں کے خلاف جرائم کے حوالے سے سزا سے استثنیٰ کے خاتمے کا عالمی دن

6 نومبر جنگ اور مسلح تنازعات کے دوران ماحول کو نقصان پہنچانے کی ممانعت کا عالمی دن

10 نومبر امن اور ترقی کے لیے سائنس کا عالمی دن

14 نومبر ذیابیطس کا عالمی دن

16 نومبر رواداری کا عالمی دن

16 نومبر ٹریفک حادثات کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن (نومبر کا تیسرا اتوار)

19 نومبر بیت الخلاء کا عالمی دن

20 نومبر بچوں کا عالمی دن

20 نومبر فلسفے کا عالمی دن (نومبر کی تیسری جمعرات)

21 نومبر ٹیلی ویژن کا عالمی دن

22 نومبر صنعت کاری کا عالمی دن

25 نومبر خواتین کے خلاف تشدد کے خاتمے کا عالمی دن

29 نومبر فلسطینی عوام سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

دسمبر

یکم دسمبر ایڈز کا عالمی دن

2 دسمبر غلامی کے خاتمے کا عالمی دن

3 دسمبر معذور افراد کا عالمی دن

5 دسمبر معاشی اور سماجی ترقی کے لیے رضا کاروں کا عالمی دن

5 دسمبر زرعی زمین کا عالمی دن

7 دسمبر شہری ہوابازی کا عالمی دن

9 دسمبر بدعنوانی کے انسداد کا عالمی دن

10 دسمبر انسانی حقوق کا عالمی دن

11 دسمبر پہاڑوں کا عالمی دن

18 دسمبر تارکین وطن کا عالمی دن

20 دسمبر انسانی یکجہتی کا عالمی دن

پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال 2022

رپورٹ HRCP کی ویب سائٹ پر بھی دیکھی جاسکتی ہے

www.hrcp-web.org

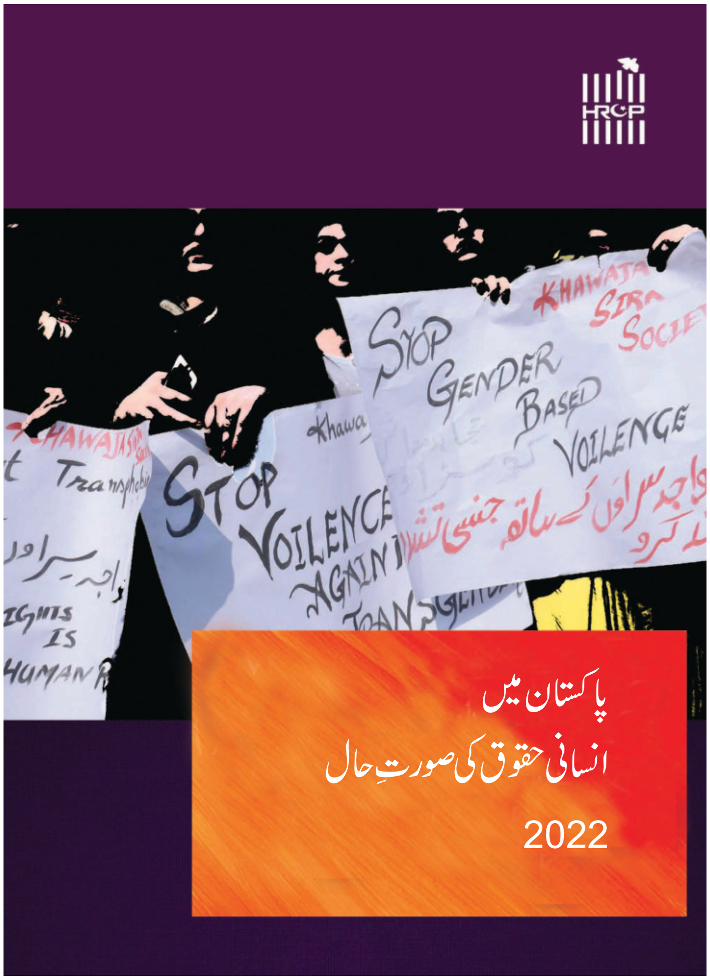

https://hrcp-web.org/hrcpweb/wp-content/uploads/2020/09/2023-State-of-human-rights-in-2022.pdf

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
”ایوان جمہور“ 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹائون، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

کمپوز: جمال احمد سید رضا شاہ